بہادروں کی کہانیاں
قیمت : 25.00
ISBN 8123731019
9788123731018
12131358
NBT INDIA
نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

جنگ چھڑ گئی۔ اندر نے دشینت سے مدد مانگی۔ اسی لڑائی سے لوٹتے وقت راجا ہیم کنٹھ پربت پر اترے جہاں ان کی ملاقات اپنے بیٹے سے ہو گئی۔

یہی باتیں سوچتے ہوئے دشینت بھرت اور لڑکیوں کے ساتھ آشرم کی طرف جا رہے تھے۔

اتنے میں شکنتلا بھی بھرت کو تلاش کرتی ہوئی وہاں آ پہنچی اور دشینت پر نظر پڑتے ہی ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی۔ ماں اور راجا کی آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھ کر بھرت نے پوچھا "ماں، یہ کون ہیں؟ یہ مجھے بیٹا کیوں کہتے ہیں؟"

شکنتلا نے خود کو سنبھالتے ہوئے آنسو پوچھتے ہوئے کہا "بیٹے انھیں پرنام (آداب) کرو، یہ تمھارے باپ ہیں۔!"

ماں، باپ اور بیٹے نے جاکر مارتیح رشی کو پرنام کیا۔ راجا دشینت نے سارا قصہ سنا کر شکنتلا اور بھرت کو اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت چاہی۔

مبارک دن شکنتلا اور بھرت آشرم سے رخصت ہوئے۔ شکنتلا کو وہ دن یاد آ رہا تھا جب اس نے شوہر کے گھر جانے کے لیے کنو کے آشرم کو الوداع کہی تھی اور اس کے بعد کتنی مصیبتیں جھیلی تھیں اس نے۔ لیکن آج کا دن کتنا مبارک تھا!

بھرت رخصت ہونے لگا تو آشرم باسی اپنے آنسو نہیں روک سکے۔ یہ سب کی آنکھوں کا تارا تھا، آشرم کی رونق تھا۔ رشی مارتیح نے بھرت کے سر پر ہاتھ رکھ کر بھرائے ہوئے گلے سے کہا "آج بڑا مبارک دن ہے بیٹا، تم اپنے باپ کے ساتھ جا رہے ہو۔" پھر انھوں نے دشینت سے کہا

"راجن، آپ کا بیٹا بڑا عظیم ہوگا۔ وہ دشینت کا بیٹا ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ آپ بھرت کا باپ ہونے کی وجہ سے یاد رکھے جائیں گے۔ میری پیشین گوئی کبھی غلط نہیں ہوتی۔ خدا اس کی عمر دراز کرے۔"

جنگل کے اختتام تک آشرم باسی انھیں رخصت کرنے آئے۔

راجدھانی میں ان تینوں کا بڑا زبردست استقبال کیا گیا۔ سارے شہر کو خوب سجایا گیا، روشنی کی گئی۔ رقص و گانوں کی دھوم کئی روز تک رہی۔ خزانوں کے منھ کھول دیے گئے۔ راجا کے دربار سے کوئی بھی خالی ہاتھ نہیں جا رہا تھا۔ ساری حکومت میں خوشی کی لہر دوڑی ہوئی تھی۔

بھرت کی نئی زندگی شروع ہوئی۔ باندیوں نے اسے خوشبو دار پانی میں غسل کروایا — ولیعہد کی شان کے مطابق لباس پہنایا گیا۔ گلے میں قیمتی موتیوں کا ہار ڈالا گیا، سر پر ہیروں سے جڑا تاج رکھا گیا اور کمر میں مرصع تلوار لٹکائی گئی۔ آشرم کا لڑکا باوقار راجکمار بن گیا۔ اس نے سب سے پہلے خالقِ کائنات کو پرنام کیا، پھر گرو کو اور اس کے بعد اپنے ماں باپ کی خدمت میں آداب بجا لایا اور اس کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے دربار میں اپنے باپ کے پاس جا بیٹھا۔ اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ سارے کام پہلی بار کر رہا ہے۔ باپ بیٹے کی ایسی خوبصورت اور موزوں جوڑی کو دیکھ کر ساری رعیت عش عش کر اٹھی۔ جنت سے دیوتاؤں نے پھول برسائے اور دعائیں دیں۔

برسوں تک راجا دشینت نے راج کیا۔ اس کے بعد بھرت راجا بنا۔ شیر کے بچے سے کھیلنے والا لڑکا اپنی کاوش و کوشش سے ایک چکرورتی مہاراجہ بن گیا۔ کہتے ہیں کہ بھرت کے نام پر ہی اس ملک (ہندوستان) کا نام بھارت ورش پڑا ہے!

نہیں ہو سکتی، لیکن اپنی دی ہوئی کوئی نشانی دیکھ کر انھیں پھر اس کی یاد آجائے گی۔" یہ کہہ کر دُرو ساڑشی چلے گئے۔

ہوا بھی ایسا ہی۔ کنو رشی جب تیرتھ یاترا سے واپس آئے اور انھوں نے راجا دشینت سے شکنتلا کی شادی کی خبر سنی تو بہت خوش ہوئے اور بیٹی کو سسرال بھیجنے کی تیاری کرنے لگے۔ رخصتی کے لیے نیک ساعت دیکھی گئی۔

شکنتلا کو اپنا آشرم، سکھی سہیلیوں اور پتا سمان کنو رشی کو چھوڑتے ہوئے بڑا دُکھ ہوا۔ وہ اپنے ہاتھوں سے لگائی ہوئی کیاریوں اور شاخوں سے لپٹ لپٹ کر روئی۔ اپنے پیارے ہرنوں سے بدا لی اور سب کو روتا چھوڑ کر دو رشی بچوں کے ساتھ سُسرال کے لیے روانہ ہوگئی۔

شکنتلا، رشی بچوں کے ساتھ راجا دشینت کے محل پہنچی لیکن راجا نے اُسے پہچانا تک نہیں۔ شکنتلا نے اپنا گھونگھٹ پلٹ دیا۔ اس کی خوبصورتی سے سارا محل جگمگا اٹھا لیکن راجا اب بھی اسے پہچان نہیں سکے۔ شکنتلا کے دُکھ کی حد نہ رہی۔ اس نے سوچا کہ اپنی انگوٹھی دیکھ کر راجا کو سب کچھ یاد آجائے گا لیکن ہائے رے بدقسمتی! انگوٹھی نہ جانے کہاں گر گئی تھی!

شرم و بے عزتی کے بوجھ سے دبی شکنتلا محل سے باہر نکلی۔ اُسے کیا معلوم تھا کہ دُروسا کی بد دعا کے سبب ہی دشینت اسے بھول بیٹھے ہیں۔ رشی لڑکوں نے اسے کنو آشرم واپس لے جانا چاہا لیکن شکنتلا نے انکار کر دیا۔ کس منہ سے باپ کے پاس واپس جائے؟ مجبوراً لڑکے اُسے ہیم کنٹھ پہاڑ پر ماریچ رشی کے آشرم میں چھوڑ آئے۔

شکنتلا کی واپسی کے بعد دشینت کی راجدھانی میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک مچھیرا راجا کی انگوٹھی بازار میں بیچتا ہوا پکڑا گیا۔ اس نے کہا "میں چور نہیں ہوں، انگوٹھی تو ایک مچھلی کے پیٹ میں سے نکلی ہے۔" کسی نے بھی اس کا یقین نہیں کیا اور آخرکار مچھیرا راجا دشینت کے سامنے لایا گیا۔ راجا نے انگوٹھی کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ یہ وہی انگوٹھی تھی جو انھوں نے شکنتلا کو دی تھی۔ گنگا میا کی پوجا کرتے وقت یہ انگوٹھی شکنتلا کی انگلی میں سے گر پڑی تھی اور ایک مچھلی نے اُسے نگل لیا تھا۔

راجا اب رات دن فکرمند رہنے لگے۔ ان کی پشیمانی کی حد نہ تھی۔ پتہ نہیں شکنتلا کہاں ہوگی۔ اب جب تک اسے ڈھونڈھ کر اپنی غلطی کی معافی مانگ کر عزت و احترام کے ساتھ محل میں نہیں لے آتے انھیں قرار نہیں مل سکتا تھا۔

اسی زمانے میں دیوتاؤں اور دیووں کے درمیان

اٹھائی ہوں گی بیچاری نے؟ لیکن مارِیچ رشی کے آشرم میں کیسے آئی! اپنے باپ کنو کے آشرم میں کیوں نہیں چلی گئی؟ دشینت اسی فکر میں کھو گئے۔

کنو رشی کے آشرم میں ہی تو انھوں نے سب سے پہلے شکنتلا کو دیکھا تھا۔ شکار کھیلنے گئے تھے۔ ایک ہرن نے ان کو خوب دوڑایا تھا۔ اس کا تعاقب کرتے کرتے وہ آشرم تک جا پہنچے۔ وہاں انھوں نے شکنتلا کو دیکھا جو اپنی سکھی سہیلیوں کے ساتھ کیاریوں اور پودوں میں پانی دے رہی تھی۔ اتنی خوبصورت عورت انھوں نے کبھی راج محلوں میں بھی نہیں دیکھی تھی۔ شکنتلا کو دیکھتے ہی انھوں نے اس سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کنو رشی اس وقت تیرتھ یاترا پر گئے ہوئے تھے۔ شکنتلا کو بھی راجہ دشینت اچھے لگے۔ دونوں نے آشرم میں ہی شادی کر لی۔ کچھ روز تک تو راجا آشرم میں ہی رہے لیکن راج کاج چھوڑ کر کب تک وہاں رہ سکتے تھے۔ ادھر رشی کنو ابھی تک واپس نہیں آئے تھے اس لیے وہ شکنتلا کو اپنے ساتھ لے جا بھی نہیں سکتے تھے۔

آخر راجا کو تنہا واپس جانا پڑا۔ شکنتلا اور آشرم میں رہنے والے دوسرے لوگوں سے انھوں نے رخصت لی۔ انھوں نے چلتے وقت اپنی انگوٹھی شکنتلا کو دے کر یقین دلایا کہ وہ واپس جا کر جلد ہی اپنے کسی وزیر کو شکنتلا کو لے جانے کے لیے بھیجیں گے ـــ اور پھر راجا چلے گئے۔

ایک دن کی بات ہے کہ شکنتلا کھوئی ہوئی سی بیٹھی تھی کہ اچانک دُرواسا رشی آ گئے۔ دُرواسا اپنے خوفناک غصّے کے لیے مشہور تھے۔ ذرا ذرا سی بات پر ناراض ہو کر شراپ (بد دعا) دے دیتے تھے۔ اس لیے سب ہی لوگ ان سے ڈرتے تھے ـ ہاں، تو وہ آئے مگر ان کی آمد کا شکنتلا کو پتہ ہی نہ چلا۔ بس، رشی نے ناراض ہو کر بد دعا دے دی "جس کے خیال میں تو گم ہے وہ تجھے بھول جائے گا"! اتنی بڑی بات ہو گئی لیکن شکنتلا کو پھر بھی کچھ پتہ نہ چلا۔ وہ اسی طرح اپنے خیالوں میں گم بیٹھی رہی۔ اس کی سہیلی پریہ ونداؔ نے خوفزدہ ہو کر رشی سے بڑی منت سماجت کی، معافی مانگی تب رشی نے کہا "میری بد دعا تو جھوٹی

پُرونش کا نام سنتے ہی راجا دشینت چونک پڑے۔ ان کا ماتھا ٹھنکا۔ اس وقت تک پہلی لڑکی بھی مٹی کا رنگین مور لے کر وہاں آگئی تھی۔ اس نے بھرت کو دینے کے لیے کھلونا بڑھایا کہ اچانک چیخ اٹھی۔ بھرت کے بازو پر بندھا تعویذ غائب تھا۔ اس نے پوچھا "بھرت تمھارا تعویذ کہاں ہے؟ تم نے تو بہت پریشان کر دیا ہے بیٹا —"

لڑکیوں کے ساتھ راجا دشینت بھی چاروں طرف پھر کر اس تعویذ کو ڈھونڈنے لگے۔ تعویذ وہیں زمین پر پڑا تھا۔ راجا اُسے اٹھانے کے لیے جھکے تو لڑکیوں نے چلّا کر کہا "رہنے دیجیے، اسے مت اٹھائیے۔" لیکن اس وقت تک دشینت اسے اٹھا چکے تھے۔

لڑکیاں تعویذ کو جیسے بھول گئیں اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دشینت کو دیکھنے لگیں۔ راجا نے حیرت سے پوچھا "کیا ہوا؟ آپ اتنی حیران کیوں ہو گئیں؟ لیجیے نا تعویذ اور باندھ دیجیے اسے بھرت کے بازو پر۔"

لڑکیوں کے حواس واپس آئے اور ایک بولی "رشی ماریچ نے یہ تعویذ بھرت کے بازو پر باندھ کر کہا تھا کہ یہ تعویذ اگر کبھی گر جائے تو بھرت کے ماں باپ ہی اسے اٹھائیں۔ اگر کوئی دوسرا ہاتھ لگائے گا تو یہ سانپ بن کر اُسے ڈس لے گا۔"

لڑکی کی بات سن کر دشینت سمجھ گئے کہ ان کا شک ٹھیک ہی ہے۔ بھرت ان کا ہی بیٹا ہے۔ ان کی آنکھوں میں خوشی اور جذبے سے آنسو بھر آئے۔

اچانک بھرت کا دل شیر کے بچے سے بھر گیا اور اس نے مچل کر کہا "ماں کے پاس جاؤں گا۔"

دشینت نے اسے چمکار کر کہا "چلو بیٹا، ہم دونوں ہی ماں کے پاس چلیں گے۔" بھرت نے تڑ سے کہا "آپ مجھے بیٹا نہ کہیے، میں تو راجا دشینت کا بیٹا ہوں۔" بھرت کے ساتھ آشرم کی طرف جاتے ہوئے راجا دشینت کو ایک ایک کر کے ساری باتیں یاد آنے لگیں۔

راجا دشینت کو وہ دن یاد آگیا جب شکنتلا ان کے دربار میں آئی تھی اور دشینت اسے شناخت نہیں کر سکے تھے۔ پتا نہیں ان کی یادداشت کو کیا ہو گیا تھا۔ پتا نہیں کہاں گئی ہوگی، کتنی مصیبتیں

لیکن بھرت اتنی آسانی سے ماننے والا نہیں تھا۔ اس نے اپنی ننھی ہتھیلی پسار کر کہا "لاؤ، پہلے کھلونا دو!"

دشینت قریب کھڑے خاموشی سے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ بھرت نے ہتھیلی پھیلائی تو ان کی نگاہ اس کے ہاتھ پر گئی۔ اس کے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھ کر دشینت چونک اٹھے۔ لڑکے کے ہاتھ میں تو چکرورتی راجا بننے کی لکیر تھی! یہ کوئی معمولی بچہ نہیں ہے۔ آخر یہ اس آشرم میں کہاں سے آیا؟

راجا ابھی یہ سب سوچ ہی رہے تھے کہ ایک لڑکی نے دوسری سے کہا "کھلونے کا وعدہ کرنے سے ہی کام نہیں چلے گا۔ آشرم میں مٹی کا ایک رنگین مور رکھا ہے میں وہی لے آتی ہوں۔ یہ لڑکا آسانی سے ماننے والا تھوڑی ہے!" یہ کہہ کر وہ آشرم کی طرف چل دی۔

اسی وقت دوسری لڑکی کی نگاہ راجا پر پڑی۔ انھیں دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی۔ اس نے قریب جا کر کہا "راجن ذرا اس لڑکے کو سمجھائیے، شاید آپ کے سمجھانے سے مان جائے اور اس چھوٹے شیر کو چھوڑ دے۔"

راجا نے مسکرا کر پوچھا "پہلے بتائیے کہ یہ لڑکا کون ہے؟ بظاہر تو یہ کسی شاہی خاندان کا چراغ نظر آتا ہے۔ تو پھر یہ رشی کے آشرم میں کیسے آیا؟"

لڑکی نے کہا "آپ کا خیال ٹھیک ہے راجن۔ بھرت پُرونش کا راجکمار ہے۔!"

کچھ عرصے بعد رام بھی حکومت تج کر چلے گئے۔ اجودھیا کی حکومت بڑے بھائی کُو نے سنبھالی۔ دونوں بھائیوں نے برسوں تک راج کیا۔ وہ بہت مل جل کر رہے۔ ان میں آپس میں کبھی اختلاف اور لڑائی جھگڑا نہیں ہوا۔ عوام ان کے دورِ حکومت میں بہت خوش حال اور مطمئن تھے۔ عوام کی بہبودی اور بہتری کے لیے دونوں بھائیوں نے بہت کام کیے۔

بہادر بھرت

پُرونش کے راجا دشینت بڑے خوبصورت، قابل اور بہادر تھے۔ دیوتاؤں کے راجا اِندر بھی مصیبت کے وقت ان سے مدد لیا کرتے تھے۔ ایک بار راجا دشینت دیوتاؤں اور دیووں کی لڑائی کے بعد جہاز میں اپنی راجدھانی کو لوٹ رہے تھے۔ بادلوں میں سے جہاز آہستہ آہستہ نیچے اتر رہا تھا اور راجا دشینت یکسوئی سے زمین کی خوبصورتی دیکھنے میں کھوئے ہوئے تھے۔ آخر جہاز زمین پر اتر کر ایک آشرم کے سامنے جا رکا۔ یہ ماریچ رشی کا آشرم تھا۔ راجا نیچے اترے۔ انھوں نے سوچا کہ رشی کے درشن ہی کرتے چلیں۔

وہ بن کی خوبصورتی دیکھتے ہوئے آہستہ روی سے آشرم کی طرف بڑھ رہے تھے کہ اچانک اُن کے کانوں میں کسی عورت کی آواز آئی "نہیں نہیں بیٹا، رہنے دو، شیر کے بچے کو چھوڑ دو، سنو میری بات ـــ" راجا نے مڑ کر دیکھا ایک بہت خوبصورت اور باوقار لڑکے نے شیرنی کے پاس سے اس کے بچے کو اٹھالیا ہے اور اس کا منھ کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے کہہ رہا ہے "کھول اپنا منھ، دیکھوں تو سہی کتنے دانت ہیں۔"

آشرم کی دو لڑکیاں لڑکے کو روکنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ دشینت نے لڑکے کو دیکھا تو دیکھتے ہی رہ گئے۔ نہ جانے کیوں ان کا دل چاہنے لگا کہ اس لڑکے کو گود میں اٹھا کر خوب پیار کریں۔ اتنے میں ایک لڑکی نے بچے کو پھر منع کرتے ہوئے کہا "بیٹا بھرت، اگر اس شیر کے بچے کو نہیں چھوڑو گے تو شیرنی تم پر حملہ کر دے گی۔"

بھرت نے منھ بنا کر کہا "شیرنی سے ڈرتا کون ہے؟"

بھرت کو ڈرانا بیکار تھا۔ لڑکی پریشان ہو گئی۔ آخر اسے کس طرح سمجھائے۔ اس بار اس نے کہا "بیٹا، اگر تم اس شیر کے بچے کو چھوڑ دو گے تو میں تمھیں ایک بہت ہی خوبصورت کھلونا دوں گی۔"

صحت کی خبر لاتا ہوں۔" سیتا کے قدم چھو کر کُش میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس وقت تک لَو کو ہوش آچکا تھا۔ کُش تو فوراً رتھ سے کود پڑا اور اس نے سب سے پہلے لَو کو اپنے گلے سے لگایا۔ پھر دونوں بھائی اپنی اپنی کمان پر تیر چڑھا کر لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ شتروگھن نے اپنی فوج کو پوری طرح تیار رہنے کا اشارہ دیا۔ اب کیا تھا؟ اتنی بڑی فوج دو لڑکوں پر ٹوٹ پڑی۔ ہنومان کو بھی ہوش آگیا تھا۔ وہ ایک زبردست چٹان لے کر دونوں بھائیوں کی طرف بڑھا۔ ان کے ساتھ ساتھ انگد بھی آگے بڑھا۔ لَو اور کُش نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر تیر چلائے۔ آخر ہنومان اور انگد بیہوش ہو کر گر پڑے۔ آہستہ آہستہ یہی حال دوسرے بہادروں کا بھی ہوا۔ کچھ ہی دیر میں دونوں بھائیوں نے شتروگھن کی فوج کے سب ہی سورماؤں کو مار گرایا۔ کُش کے تیروں سے شتروگھن بھی زخمی ہو گئے۔

سب کو بیہوش ہوتے دیکھ کر لَو اور کُش دونوں بھائی بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے درخت سے بندھے گھوڑے کی طرف دیکھا پھر گھر کی سمت دوڑ پڑے۔ انھوں نے سوچا کہ اس فتح کی یادگار کے طور پر کوئی شے ضرور اپنے ساتھ لے جانی چاہیے۔ یہ سوچ کر انھوں نے شتروگھن کی پگڑی کا قیمتی موتی نکال لیا اور پھر ہنومان اور سگریو کی دم پکڑ کر انھیں کھینچتے ہوئے آشرم پہنچے۔ دو بندروں کے ساتھ اپنے بیٹوں کو آتا دیکھ کر سیتا کو ہنسی آگئی۔ قریب آنے پر ہنومان اور سگریو کو پہچان لیا۔ سیتا نے اپنے دونوں بیٹوں کو ڈانٹا اور پھر ہنومان اور سگریو کے متعلق تفصیل سے بتایا۔

سیتا نے فوراً سمجھ لیا کہ وہ گھوڑا رام کا ہے۔ انھوں نے لَو اور کُش سے کہا "بیٹا، وہ گھوڑا تو تمھارے باپ کا ہی ہے، جاؤ اسے فوراً آزاد کر دو۔"

اپنے باپ کا نام سن کر لَو اور کُش بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے کہا "ماں ہم نے تو کشتری روایات کی تعمیل کی ہے" سیتا سے کوئی جواب نہیں بن پڑا۔ وہ سوچ رہی تھیں کہ رام کو معلوم ہوگا تو وہ کیا سوچیں گے۔ سیتا نے اپنی خصوصی صفت سے جنگ میں مارے گئے سب لوگوں کو پھر سے زندہ کر دیا۔ اس وقت تک شتروگھن بھی ہوش میں آچکا تھا۔ وہ خاموشی سے اجودھیا لوٹ گیا اور اس کے ساتھ ہی کالا گھوڑا بھی واپس چلا گیا۔

اس زمانہ میں گھوڑے کی بخیریت واپسی کے بعد یگیہ (قربانی) ہوتا تھا۔ اس تقریب کو 'راج سوریہ یگیہ' کہتے تھے۔ تقریب میں شرکت کرنے کا دعوت نامہ مہارشی بالمیکی کو بھی ملا تھا۔ وہ اپنے ساتھ لَو اور کُش دونوں بھائیوں کو بھی لے گئے۔ بالمیکی کے آشرم میں لَو اور کُش دونوں رامائن پڑھا کرتے تھے۔ ساری رامائن انھیں زبانی یاد تھی۔ ان کے گلے بھی اچھے تھے دونوں بھائی اجودھیا کی گلیوں میں رامائن سنانے لگے ان کے سنانے کا ڈھنگ اتنا اچھا تھا کہ انکے گرد سامعین کی بھیڑ لگ جاتی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ لَو اور کُش راج بھون کے سامنے سے رامائن گاتے ہوئے گزر رہے تھے۔ ہمیشہ کی طرح ان کے پیچھے بہت بھیڑ تھی۔ ان کی رسیلی آواز سنتے ہی رام مست ہو گئے۔ انھوں نے دونوں بھائیوں کو بلوایا اور ان سے اپنے محل میں رامائن سُنی۔ دونوں بچے بہت خوبصورت اور مہذب تھے۔ ان کے منھ سے رامائن سن کر رام عش عش کر اٹھے۔ انھوں نے دونوں بچوں کو انعام دینا چاہا لیکن انھوں نے کچھ بھی لینے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے کہا "اگر آپ واقعی خوش ہوئے ہیں تو اپنے عوام کے ساتھ ہماری رامائن سنیں ہمارے لیے یہی انعام ہوگا۔" رام نے ان کی بات مان لی۔ تقریب سے بچے ہوئے وقت میں جب لَو اور کُش نے رامائن اپنی رسیلی اور درد بھری آواز میں سنائی تو لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ سب نے ان کی پوری پوری تعریف کی۔ راماین سنتے ہی رام کو سیتا کی یاد آگئی۔ تب مہارشی بالمیکی نے اصلیت ظاہر کی۔ انھوں نے رام کو بتایا کہ یہ دونوں لڑکے سیتا ہی کے بیٹے ہیں۔ یہ سنتے ہی رام نے دوڑ کر ان دونوں کو چھاتی سے لگا لیا۔ ان کی خوشی کی حد نہیں تھی۔ رام کو خوشی اس لیے بھی تھی کہ ان کے بیٹے ان ہی کی طرح بہادر اور باہمت تھے۔ لَو اور کُش کی ہی وجہ سے سیتا کا بن باس ختم ہوا۔ رام نے انھیں واپس بُلا لیا لیکن اس زمانے کی بات ہی نرالی تھی۔ راجا کو اپنی رعیت کے سب لوگوں کا خود ہی خیال رکھنا پڑتا تھا۔ ایک دن رام نے سُنا کہ لوگ سیتا پر الزام تراش رہے ہیں۔ انھیں سیتا کی پاکیزگی کا یقین نہیں ہے اِس پر سیتا کو اپنے پاکیزہ ہونے کا ثبوت دینا پڑا اور وہ زمین میں سما گئیں۔ لَو اور کُش دونوں بھائی کھڑے دیکھتے رہے، کوئی کچھ نہ کر سکا۔ یہ دونوں بھائیوں کی بدقسمتی تھی جب وہ پیدا ہوئے تھے تو انھیں اپنے باپ کے بارے میں معلوم نہیں تھا اور اب جب باپ سے ملاقات ہوئی تو انھیں اپنی ماں سے ہاتھ دھونے پڑے۔ اپنی شفیق اور پیاری ماں سے بچھڑ کر دونوں بھائی بہت رنجیدہ ہوئے۔ رام بھی اس بے پناہ غم کو برداشت نہیں کر سکے۔

بہادری دیکھ کر وہ عش عش کر اٹھے لیکن دوسرے ہی لمحے انھیں خیال آگیا کہ میدانِ جنگ میں جذبات کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ انھوں نے اسی وقت سپہ سالار پُشکل کو جنگ کے لیے بھیجا۔ پُشکل زبردست سورما تھا لیکن لَو کے مقابلے میں اُسے بھی شکست ہوئی۔ یہ دیکھ کر ہنومان سے رہا نہ گیا۔ وہ خوفناک طور سے گرجتے ہوئے جنگل کے ایک درخت کو

اکھاڑ کر لَو کی طرف دوڑے۔ ننھا لڑکا اب بھی ہوشیار تھا۔ انھوں نے ہنومان کی طرف تیر چلائے اس کے تیروں کی بوچھار سے ہنومان کا درخت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ٹوٹ گیا۔ یہ دیکھ کر ہنومان نے اپنی دُم لمبی کی اور اس میں لَو کو لپیٹ لیا۔ اس مشکل میں بھی لَو گھبرایا نہیں اور اُچھل کر ایک گھونسہ ہنومان کے سینے پر مارا۔ ہنومان اس چوٹ کو برداشت نہ کر سکے اور گر کر بیہوش ہو گئے۔

ہنومان کو بے ہوش دیکھ کر شتروگھن بہت فکرمند ہو گیا۔ ایک بچے کی اس زبردست بہادری نے اُسے دنگ کر دیا۔ انھیں حیرت تھی کہ ایک معمولی سے لڑکے میں اتنی صلاحیت کہاں سے آئی۔ انھیں جنگ کے لیے تیار دیکھ کر لَو مسکرا اٹھا اور اس نے تیزی سے اپنے تیروں کی بوچھار شتروگھن پر کی۔ لمحہ بھر ہی میں شتروگھن بھی ہوش کھو بیٹھے۔ اب تو رام کی فوج میں کھلبلی مچ گئی۔ سارے سورما ایک ساتھ لَو پر ٹوٹ پڑے۔ لَو اب بھی جرأت و بہادری سے سپاہیوں کا مقابلہ کرنے لگا۔ اس دوران شتروگھن کو ہوش آگیا۔ انھوں نے رام کا دیا ہوا خصوصی تیر کمان پر چڑھا کر لَو کی طرف چلایا۔ تیر سیدھا جا کر لَو کے سینے میں ترازو ہو گیا۔ اس تیر کے لگتے ہی لَو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس وقت رشی منیوں کے لڑکے درختوں پر چڑھے ہوئے یہ جنگ دیکھ رہے تھے اور انھیں بہت مزہ آرہا تھا مگر اب جب انھوں نے لَو کو بے ہوش ہوتے دیکھا تو وہ فوراً آشرم کی سمت دوڑ پڑے۔

یہ مہارشی بالمیکی کا آشرم تھا۔ لَو اور کُش یہاں اپنی ماں سیتا کے ساتھ یہاں رہتے تھے۔ اس وقت سیتا کسی کام میں مصروف تھی۔ کُش کٹیا کے پاس ہی کھیل رہا تھا۔ بچوں نے سیتا اور کُش کو سارا حال کہہ سنایا۔ لَو کے بیہوش ہو جانے کی خبر سنتے ہی سیتا کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ یہ دیکھ کر کُش نے کہا "ماں تم اس طرح آنسو مت بہاؤ، میں ابھی جا کر لَو کی زندگی و

دوستو! یہ گھوڑا اس جنگل کو بھی اجودھیا کے مہاراج کی ملکیت بنانے کے لیے آیا ہے لیکن ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ یہ تو ہماری بہادری کی توہین ہے، ایک امتحان ہے۔" یہ لڑکا لَو تھا۔

لَو یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ گھوڑا اُس کے باپ شری رام کا ہی ہے اور اپنے اشومیدھ یگیہ کو مکمل کرنے کے لیے ہی انھوں نے اُسے چھوڑا ہے۔ ان سب باتوں سے ناواقف اس لڑکے نے اپنی کمان پر تیر چڑھا لیا اور پھر آگے بڑھ کر اُس گھوڑے کی لگام تھام لی۔ پھر کھیل ہی کھیل میں اُس نے اس گھوڑے کو درخت سے باندھ دیا اسی وقت گھوڑے کی حفاظتی فوج کا دستہ آپہنچا۔ انھوں نے گھوڑے کو درخت سے بندھا دیکھا تو اسے کھولنے کے لیے آگے بڑھے۔ انھوں نے سمجھا کہ کسی لڑکے نے کھیل ہی کھیل میں اسے باندھ دیا ہے۔ ابھی وہ چند قدم ہی بڑھ پائے تھے کہ لَو نے اپنے تیروں سے کچھ سپاہیوں کو زخمی کر دیا۔ سپاہی حیرت زدہ ہو کر رُک گئے اور غصیلی نگاہوں سے لَو کی طرف دیکھنے لگے۔ انھیں اپنی طرف گھورتا پا کر لَو نے بڑی سنجیدگی سے کہا "اس گھوڑے کو میں نے باندھا ہے۔ جو بھی سپاہی اُسے کھولنے کی کوشش کرے گا، اُسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔" لَو کا یہ تیکھا انداز دیکھ کر سپاہی گھبرا گئے۔ وہ فوراً ہی اپنے سردار کے پاس جا پہنچے۔ یہ سردار شترگھن تھے۔ انھوں نے فوراً اپنے خاص نائب کلاجیت کو لڑنے کے لیے بھیجا۔ کلاجیت نے اپنے فوجی دستے کو قطار میں کھڑا کیا اور خود لَو سے لڑنے کے لیے آگے بڑھا اور پہلے اس نے پیار محبت سے لَو کو سمجھانا چاہا لیکن لَو نے ایک نہ سُنی۔ کلاجیت کے پاس اب سوائے لڑنے کے کوئی چارہ نہ رہا۔ وہ اپنے سپاہیوں کو للکارتا ہوا آگے بڑھا۔ کلاجیت ابھی چند ہی قدم بڑھنے پایا تھا کہ لَو نے اپنے تیروں سے اُسے چھید دیا۔ پھر لَو نے اس کے سپاہیوں پر اپنے تیروں کی بارش سی کر دی۔ سپاہی گھبرا کر بھاگنے لگے۔ یہ دیکھ کر کلاجیت نے اپنی زخمی حالت ہی میں تلوار نکالی اور لَو کو للکارا۔ لَو نے مسکرا کر ایک تیر ترکش سے نکالا اور نشانہ باندھ کر اسے کلاجیت کی طرف چھوڑ دیا۔ تیر سیدھا جا کر کلاجیت کے سینے میں اُتر گیا اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اس کی موت واقع ہو گئی۔ سپاہیوں نے وہاں سے بھاگ کر شترگھن کو اس تکلیف دہ حادثہ کی خبر دی۔ اسے سن کر وہ

فکر مند ہو گیا۔ پھر وہ ہنومان، انگد، سُگریو وغیرہ کے ساتھ جائے واردات کی طرف چل پڑا۔
جنگجو سورما کے طور پر محض ایک لڑکے لَو کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے تو شترگھن ششدر رہ گئے اور اس کی

عذاب ثابت ہو رہا تھا۔ کورو فوج کی ہمت ٹوٹتی دیکھ کر دُشاسن کے دوسرے بیٹے نے گرز سنبھالا اور ابھیمنیو کی سمت لپکا۔ اسے آتا دیکھ کر ابھیمنیو نے پہیہ پھینک کر گرز اٹھا لیا۔

اب دونوں سورماؤں میں خوفناک جنگ چھڑ گئی۔ لڑتے لڑتے دونوں زمین پر گرنے لگے۔ پھر بھی دونوں نے سنبھلنے کی کوشش کی۔

ابھیمنیو تنہا لڑتے لڑتے تھک سا گیا تھا اس لیے اٹھنے میں اُسے پل بھر کی دیر ہو گئی اور یہی ایک پل اس کی جان کا گاہک بن گیا۔ موقع پا کر دُشاسن نے ابھیمنیو پر گرز سے حملہ کر دیا اور فوراً ابھیمنیو کی روح نے جسم کا ساتھ چھوڑ دیا۔

ابھیمنیو کی موت سے کورو فوج میں اطمینان و سکون کی لہر دوڑ گئی لیکن کرن اور درونا رو دیے۔ دھرت راشٹر کے ایک بیٹے یُیُتسُو سے تو یہ ناانصافی برداشت نہیں ہوئی۔ اس نے کہا "تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔ تم سب نے ایک اکیلے لڑکے کو مار کر کون سی بہادری دکھائی ہے، تمھیں شرم آنی چاہیے، لعنت ہے تم پر!" یہ کہہ کر یُیُتسُو نے اپنے ہتھیار پھینک دیے اور میدانِ جنگ سے چلا گیا۔ ابھیمنیو دھوکے سے مارا گیا لیکن مر کر بھی امر ہو گیا۔

لَو اور کُش

ایک ہرا بھرا جنگل تھا۔ اس میں ایک چھوٹی سی کٹیا تھی۔ کٹیا کے سامنے ہی کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ ان میں کچھ رشیوں کے بچے تھے اور کچھ جنگل میں رہنے والے دوسرے لوگوں کے۔ ان کے ساتھ تیر کمان لیے دو خوبصورت لڑکے بھی تھے۔ یہ سب مل جل کر کھیل کود میں مشغول تھے۔ اچانک ہی سامنے سے دھول کے بادل اڑتے ہوئے دکھائی دیے۔ بچوں کا کھیل رُک گیا۔ ایک لڑکے نے ڈرتے ہوئے کہا "بھاگو! بھاگو! کوئی فوج آ رہی ہے" لیکن کھیل میں مصروف لڑکوں نے اس کی آگاہی پر کوئی توجہ نہ دی۔ وہ کھیل ہی میں مگن رہے۔

کچھ دیر بعد کالے رنگ کا ایک خوبصورت گھوڑا دوڑتا ہوا آ کر اُن کے پاس رُک گیا۔ اس گھوڑے کے ماتھے پر سونے کی ایک تختی لگی تھی جس پر تحریر تھا "یہ اجودھیا کے چکرورتی سمراٹ مہاراج شری رام چندر کا گھوڑا ہے۔ اس گھوڑے کی حفاظت مہا سورما شترگھن کر رہے ہیں جس جگہ سے یہ گھوڑا گزرے گا اُسے مفتوح علاقہ سمجھا جائے گا۔ اب جو اجودھیا کے مہاراجہ کو اپنا سمراٹ نہ تسلیم کرنا چاہے وہ اس گھوڑے کو پکڑ لے اور اس کے پیچھے آتی ہوئی فوج سے جنگ کرے۔"

سونے کی تختی کی یہ تحریر پڑھ کر ایک لڑکا ہنس پڑا۔ وہ اپنے تیر کمان سنبھالتا ہوا بولا "دیکھو

ہے کہ جو اس کے سامنے آتا جل کر راکھ ہو جاتا۔

اپنی سپاہ کی بدحالت دریودھن سے نہیں دیکھی گئی۔ وہ خود تنہا ہی ابھیمنیو سے مقابلہ کرنے کے لیے دوڑ پڑا۔ درونا چاریہ نے دوسرے سورماؤں کو بھی دریودھن کی مدد کے لیے بھیجا لیکن اتنی ہی دیر میں ابھیمنیو دریودھن کا بُرا حال کر چکا تھا۔ کورو سورما بڑی مشکل سے اُسے ابھیمنیو کے ہاتھوں مرنے سے بچا سکے۔

دریودھن کی شکست کو دیکھ کر کوروں نے چالاکی سے کام لیا۔ اس زمانے میں مذہبی جنگیں ہوا کرتی تھیں۔ میدانِ جنگ میں بھی ناانصافی اور بے ایمانی نہیں ہوتی تھی۔ آمنے سامنے کا مقابلہ ہوتا تھا اور ایک بہادر براہ راست دوسرے بہادر سے مقابلہ کرتا تھا۔ کوروں نے اس اصول کو نظر انداز کر دیا اور ایک ساتھ مل کر اس تنہا لڑکے پر حملہ کر دیا۔ ابھیمنیو اس مشترکہ حملے سے بھی خوفزدہ نہیں ہوا اور بہادری کے ساتھ سب کا مقابلہ کرنے لگا۔

ابھیمنیو کی جنگی صلاحیتیں دیکھ کر اچاریہ درونا عش عش کر اٹھے۔ انھوں نے کوروں سے کہا "واقعی اس جنگ میں ابھیمنیو کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے!" دریودھن نے یہ سُنا تو چڑ گیا اور بولا "اچاریہ، ارجن سے آپ کو محبت ہے اسی وجہ سے آپ ایسا کہتے ہیں۔ نہیں تو اس لڑکے میں کیا خوبی ہے؟ وہ ابھی سولہ سال ہی کا تو ہے، اسے تو چٹکی میں مسلا جا سکتا ہے۔" یہ کہتے ہوئے دریودھن بھول گیا تھا کہ ابھی چند لمحے پہلے ہی وہ مصیبت میں پھنسا ہوا تھا۔ دریودھن کے بھائی دُشاسن نے اس بات کی تائید کی اور کہا "میں ابھی جا کر اس شیطان کو ٹھکانے لگائے دیتا ہوں۔" وہ جا کر ابھیمنیو پر ٹوٹ پڑا لیکن ابھیمنیو کی بہادری نے اس کے غرور کا سر نیچا کر دیا۔ جلد ہی دُشاسن زخمی ہو کر اپنے رتھ میں گر پڑا۔ اُسے بے ہوش ہوتے دیکھ کر ساری کورو فوج میں غم کی لہر دوڑ گئی۔ ادھر پانڈو سپاہیوں نے ابھیمنیو زندہ باد کے نعرے لگا کر آسمان سر پر اٹھا لیا۔

یہ دیکھ کر کرن جھنجھلا گیا۔ وہ اپنا تیر کمان سنبھالتا ہوا ابھیمنیو کی طرف بڑھا۔ ابھیمنیو نے کرن کے ساتھ بھی بہادری سے مقابلہ کیا اور اپنے تیروں کی بوچھار سے اس نے کرن کو چھید ڈالا اور دوسرے کورو سپاہیوں کو بھی کھیت کر دیا۔ جلد ہی کوروؤں کی فوج تتر بتر ہو کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ سولہ برس کے

لڑکے ابھیمنیو نے ہی کوروں کے چھکّے چھڑا دیے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس لڑکے کو شکست دینا کوروں کے لیے مشکل ہے۔ درونا چاریہ کا خواب بھی پورا ہوتا نظر نہیں آتا تھا۔ ارجن کو وہاں سے دور لے جانے کی چال کامیاب نہیں ہوئی تھی۔ ابھیمنیو کورو فوج کے بڑے بڑے سورماؤں کو نیچا دکھا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر دُشاسن کے بیٹے لکشمن سے رہا نہ گیا۔ وہ ابھی لڑکا ہی سا تھا۔ وہ ہاتھ میں گرز لے کر چل پڑا۔ یہ دیکھ کر کورو سپاہ جوش سے بھر گئی۔ ابھیمنیو اور لکشمن دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ لکشمن بہت بہادری سے لڑا مگر ابھیمنیو کے سامنے ٹک نہ سکا۔ وہ زخمی ہو کر گر پڑا اور کچھ دیر بعد اس کی موت ہو گئی۔ اپنے بیٹے کی موت سے دُشاسن پاگل سا ہو گیا اور دریودھن کے غصّے کی حد نہ رہی۔ وہ اپنے ساتھی سورماؤں کو جوش دلاتا ہوا یکہ و تنہا ابھیمنیو پر ٹوٹ پڑا۔ اس وقت اچاریہ درونا نے کرن سے کہا "ابھیمنیو کو اس طرح شکست نہیں دی جا سکے گی۔ تم پیچھے سے جا کر اس کے ترکش کی ڈوری کاٹ دو اور میں دوسرے بہادروں کے ساتھ اس کے رتھ کے گھوڑوں اور رتھ بان کو مارنے کی کوشش کرتا ہوں۔" کرن نے اچاریہ درونا کے حکم کی تعمیل کی۔ اس نے تیزی سے پیچھے سے جا کر ترکش کی ڈوری کاٹ دی اور دوسری طرف سپاہیوں نے تیر چلا چلا کر رتھ بان اور گھوڑوں کو مار گرایا۔ اب بھی ابھیمنیو نہیں گھبرایا اور ڈھال تلوار لے کر میدان میں کود پڑا۔ بجلی کی سی تیزی سے تلوار چلاتا ابھیمنیو جدھر سے بھی نکل جاتا میدان سونا ہو جاتا۔

اچاریہ درونا پھر فکرمند ہو گئے۔ چھوٹا سا لڑکا کسی بھی طرح قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ کوروں کے لیے یہ بات باعث شرم تھی۔ اچاریہ درونا نے پھر کرن کو ایک ترکیب بتائی۔ اب ان کی چال کے مطابق سورماؤں نے ابھیمنیو کی تلوار اور ڈھال کاٹ ڈالی۔

تلوار ٹوٹ جانے پر ابھیمنیو لمحہ بھر کے لیے رُکا لیکن اسی وقت اُسے ایک ترکیب سوجھ گئی۔ اس نے اپنے رتھ کا ٹوٹا ہوا پہیہ اٹھا لیا اور اسے لے کر وہ دشمنوں پر زخمی شیر کی طرح ٹوٹ پڑا۔ کورو سپاہ ابھیمنیو کی اس جرأت اور بہادری پر محوِ حیرت رہ گئی۔ نہتّا ہونے کے باوجود بھی وہ لڑکا ان کے لیے

سے باہر نکلنے کا علم مجھے نہیں آتا۔" اس نے بتایا کہ جب وہ اپنی ماں سبھدرا کے پیٹ میں تھا تو اس کے باپ نے اس کی ماں کو اس طرح کے گھیرے میں داخل ہونے کی ترکیب بتائی تھی۔ انھوں نے اتنا ہی بتایا تھا کہ ماں کو نیند آگئی اور انھوں نے اس میں سے نکلنے کی ترکیب نہیں بتائی۔ اپنی ماں کے پیٹ میں رہتے ہوئے بھی ابھیمنیو نے گھیرے میں

داخلہ کا راز تو جان لیا مگر اس میں سے باہر نکلنے کی ترکیب نہیں معلوم کر سکا۔

یدھشٹر اس کی باتیں سن کر بہت خوش ہوئے۔ بولے، "بیٹا تم ایک بار اس گھیرے کو توڑ کر اس میں داخل ہو جاؤ، تمھارے پیچھے پیچھے ہم لوگ بھی آجائیں گے۔" بھیم سین وغیرہ نے بھی اس کی تائید کی۔

یدھشٹر کی دعا لے کر ابھیمنیو رتھ میں بیٹھا اور کوروؤں کی فوج کی طرف چلا۔ اِدھر کوروؤں نے اُسے اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو ان میں سنسنی پھیل گئی۔ انھوں نے شور مچانا شروع کیا "ابھیمنیو آگیا!" ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شیر کا بچّہ ہاتھیوں کے جھنڈ پر حملہ کرنے کے لیے لپکا جا رہا ہو۔

دیکھتے ہی دیکھتے ابھیمنیو گھیرے کے پاس جا پہنچا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے حملہ کر دیا۔ چند ہی لمحوں میں اس نے گھیرے کی دیوار کو توڑ دیا۔ اس نے اتنی تیزی سے یہ کام انجام دیا کہ پانڈو سورما اس کا ساتھ نہیں دے پائے۔ بس اکیلا ابھیمنیو ہی گھیرے میں داخل ہو سکا اور اپنی بہادری سے کوروؤں کے چھکّے چھڑاتا رہا۔ کورو سپاہ کو گاجر مولی کی طرح کاٹتا ہوا وہ آگے بڑھتا گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ آگ کا شعلہ
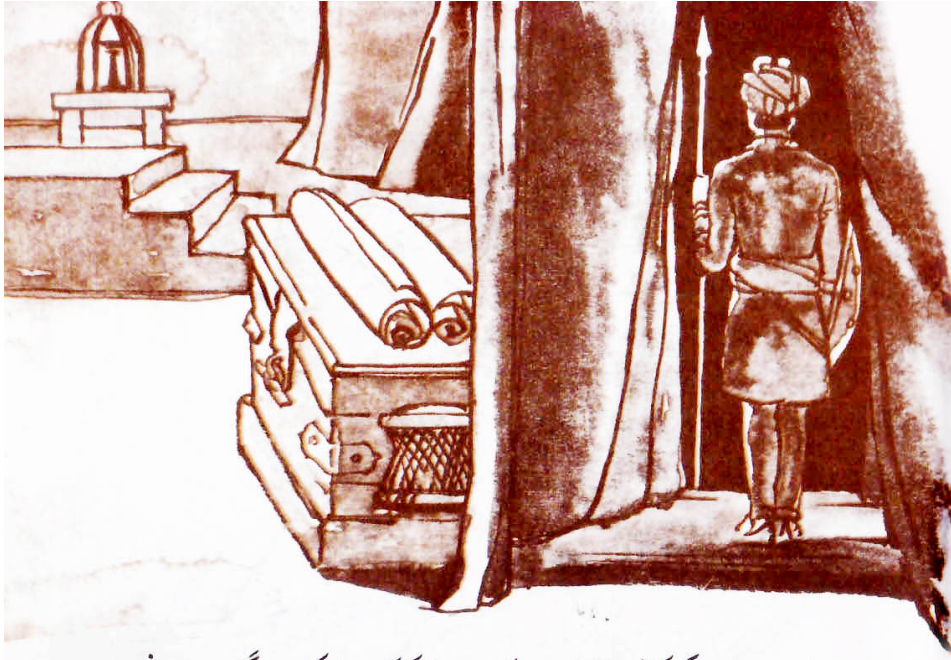
میں اپنی پوری قوت وصلاحیت کے ساتھ پانڈوؤں سے جنگ کر رہا ہوں پھر بھی تم مجھ پر اس طرح شک کرتے ہو۔ میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں کہ تم ارجن کو کسی طرح پانڈوؤں سے الگ کردو۔ میں ایک ہی دن میں ان سب کو ہرادوں گا جب تک ارجن پانڈوؤں کے ساتھ ہے اس وقت تک اُن کی شکست ناممکن ہے۔"

اچاریہ درونا کا مشورہ سُن کر دریودھن دوسرے دن کی جنگ کا پروگرام بنانے لگا۔

تیرھواں دن شروع ہوا۔

دونوں طرف کے سپاہی اپنے اپنے ہتھیار سنبھال کر جنگ لڑنے میں مصروف ہو گئے۔ ارجن لڑتے لڑتے جنوب کی سمت نکل گئے۔ ارجن کے وہاں سے نکلتے ہی درونا نے موقع پاکر اپنی سپاہ کو ایک گھیرے میں کھڑا کردیا۔ پانڈو فوج کو حیرت ہوئی، مگر درونا کا مقابلہ کرنا آسان نہیں تھا۔ گھیرے کو توڑ کر اس میں

داخل ہونا ان میں سے کسی کو نہیں آتا تھا۔ اپنی شکست ہوتے دیکھ کر یدھشٹر فکرمند ہو گئے۔ ارجن وہاں نہیں تھے اور کسی دوسرے کو یہ فوجی گھیرا توڑنے کا راز معلوم نہیں تھا۔

اچانک یدھشٹر کو ابھیمنیو کا خیال آیا۔ انھوں نے اسی وقت اُسے بلا بھیجا۔ ابھیمنیو ارجن کا بیٹا تھا اور ابھی اس کی عمر صرف سولہ سال کی تھی لیکن وہ اپنے باپ ہی جیسا بہادر اور سورما تھا، یہاں تک کہ کورو بھی اس لڑکے سے ڈرتے تھے۔ یدھشٹر کا حکم ملتے ہی ابھیمنیو فوراً حاضر ہو گیا۔ اس نے آتے ہی یدھشٹر کو آداب کیا۔ اس کے چہرے پر پھیلی معصومیت کو دیکھ کر یدھشٹر کی فکر دور ہو گئی۔ انھوں نے اس کو اپنی پریشانی کے بارے میں بتایا اور کہا کہ اس فوجی گھیرے میں داخل ہونے میں ناکام ہونے کے سبب بہت سے سورما اپنی جان گنوا چکے ہیں۔ اگر یہی حال رہا تو پانڈوؤں کی شکست میں زیادہ دیر نہیں ہے۔

ابھیمنیو نے کہا "آپ فکر نہ کریں۔ میں تنہا ہی اس گھیرے میں داخل ہو کر کوروؤں کی فوج کو تتر بتر کردوں گا۔" پھر اس نے کہا " مہاراج میں اس گھیرے میں داخل ہو سکتا ہوں مگر اس میں

ان دونوں کے مرنے کے بعد کنس نے کوٹ شلیہ اور توشل نامی پہلوانوں کو کرشن اور بلرام کے مقابلے کے لیے بھیجا لیکن انھیں بھی اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ اب تو کنس گھبرا گیا۔ آخر اس نے تلوار کا سہارا لیا۔ کرشن اس کی چال سمجھ گئے۔ بجلی کی تیزی سے اچھل کر وہ اس کے تخت کے پاس پہنچ گئے، اور اس کے بال پکڑ کر اُسے نیچے کھینچ لیا اور پھر اس کے سینے پر سوار ہو کر مسلسل گھونسے برسانے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں کنس مر گیا۔ کنس کا خاتمہ کرنے کے بعد شری کرشن نے کنس کے باپ یعنی اپنے نانا اگرسین کو تخت پر بٹھایا۔ وہ اپنی ماں دیوکی اور باپ سکھدیو سے بھی ملے۔

سارے راج میں خوب خوشیاں منائی گئیں۔ متھرا میں کرشن کا کام ختم ہو چکا تھا۔ وہاں کچھ دن گزارنے کے بعد وہ بلرام کے ساتھ اونتی پورہ (اجّین) کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں سن دیپ مُنی کے آشرم میں رہ کر علم حاصل کرنے لگے۔

اکیلا بہادر

جنگِ مہابھارت کا بارھواں دن تھا۔

آج کی لڑائی میں ارجن نے شکونی کو زخمی کر دیا تھا اور اس کے دونوں بھائی ورنسک اور اچل مارے گئے تھے۔ ارجن کی چابکدستی کے سامنے اچاریہ درونا جیسے سورماؤں کی بھی ایک نہیں چل پائی تھی اس لیے کوروؤں کی فوج پر اداسی اور فکر کا غلبہ تھا اور پانڈووں کی طرف خوشی اور جوش کا دور دورہ تھا۔

اس شکست نے دریودھن کو غصّے سے پاگل کر دیا۔ وہ قابلِ احترام گرو درونا کو بُرا بھلا کہنے لگا اور سپاہیوں کی ہی موجودگی میں اس نے گرو پر یہ الزام لگایا کہ ارجن سے دلی محبت ہونے کے سبب ہی وہ اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ جنگ نہیں لڑ رہے ہیں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ وہ پانڈووں کے ساتھ رعایت برتتے ہیں۔

اچاریہ درونا اپنی اس بے عزّتی پر حزیں ہو گئے۔ انھوں نے دُکھ بھرے لہجے میں کہا " دریودھن

اور وہ اپنی حکومت سے باہر جا رہا ہے۔ اس خواب کو بھیانک شگون سمجھ کر کنس گھبرا اٹھا۔ دوسرے دن وہ میلے میں شامل ہوا تو بہت خوفزدہ تھا۔

کنس کے زبردست پہلوانوں کے علاوہ کُشتی میں حصّہ لینے کے لیے دور دور سے بھی پہلوان آئے تھے۔ جہاں یہ میلہ ہو رہا تھا اس جگہ کے دروازے پر کنس نے 'کُلیا پیڑ' نام کا ہاتھی بندھوا رکھا تھا۔ یہ ہاتھی بڑا خونخوار تھا۔ اس کے مہاوت کو حکم ملا ہوا تھا کہ کرشن اور بلرام کو دیکھتے ہی انھیں اس ہاتھی کے پیروں تلے کچلوا دیا جائے۔ اسی لیے جب کرشن اور بلرام اپنے دوستوں کے ساتھ وہاں پہنچے تو مہاوت نے حکم کے مطابق ہاتھی سے انھیں کچلوانے کی کوشش کی لیکن ہاتھی کو لینے کے دینے پڑ گئے۔

شری کرشن پہلے تو کُلیا پیڑ کو تھکاتے رہے۔ پھر انھوں نے اس کی سونڈ پکڑ کر اتنے زور سے جھٹکا دیا کہ وہ درد سے چنگھاڑ اٹھا اور زمین پر لوٹنے لگا اور تھوڑی ہی دیر میں وہ مر گیا۔

دوسری طرف اکھاڑے میں پہلوانوں

کو جوش دلانے کے لیے طرح طرح کے باجے بجائے جانے لگے۔ کرشن بلرام کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ انھیں دیکھتے ہی کنس خوفزدہ ہو گیا۔ اس وقت کے ایک پہلوان 'چانڑ' نے شری کرشن کو مقابلے کے لیے للکارا۔ دوسری طرف 'مشٹک' نامی پہلوان نے بلرام کو مقابلے کی دعوت دی۔ دونوں بھائی کب پیچھے ہٹنے والے تھے۔ وہ بھی خم ٹھونک کر اکھاڑے میں کود پڑے۔ وہاں موجود لوگ ان کی جرأت اور ہمت دیکھ کر ہنس پڑے بھلا یہ چھوٹے چھوٹے لڑکے پہلوانوں کا کیا مقابلہ کریں گے؟

عورتوں کو ان دونوں لڑکوں پر بڑا رحم آیا اور وہ کنس کو بُرا بھلا کہنے لگیں لیکن اکھاڑے میں کرشن اور بلرام اپنے سے دوگنے چوگنے پہلوانوں کو پچھاڑنے میں لگے ہوئے تھے۔ جب لڑتے کافی دیر ہو گئی تو شری کرشن نے چانڑ کو مار ڈالنے کا فیصلہ کر لیا۔ انھوں نے اس کے ایک بھرپور گھونسا مارا جس کے ساتھ ہی چانڑ بے دم ہو کر زمین پر گر پڑا۔ دوسری طرف بلرام نے مشٹک کو ختم کر دیا۔

متھرا جائے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ بہرحال ساتھیوں، ہم جولیوں اور دوسرے بھگتوں کو سمجھا بجھا کر شری کرشن، نند بابا، بلرام اور دوسرے کچھ ساتھیوں کے ساتھ متھرا روانہ ہو گئے۔ برج کے سبھی لوگوں نے شری کرشن کو الوداع کہا۔ ان کے آنسو تھم ہی نہ رہے تھے۔ گوپیوں نے تو کھانا پینا بھی چھوڑ دیا۔ کہاں تو برج میں ہنسی مذاق اور راس لیلا کی دھوم مچی رہتی تھی اور کہاں اب چاروں طرف اُداسی چھا گئی۔

شری کرشن جب متھرا پہنچے تو انھیں دیکھنے کے لیے سڑکوں پر بڑی بھیڑ جمع ہو گئی۔ متھرا کے لوگ ان کی بہادری کے قصے سُن چکے تھے۔

کرشن کچھ آگے بڑھے تھے کہ انھیں ٹیڑھے میڑھے جسم والی ایک عورت ملی جو چندن کا برتن لیے چلی آ رہی تھی۔ کرشن نے اُسے روک کر پوچھا کہ وہ کون ہے اور کہاں جا رہی ہے؟

اس عورت نے کہا "میرا نام تری ولا ہے۔ لیکن کیوں کہ میرا جسم ٹیڑھا ہے اس لیے لوگ مجھے کُبجا کہتے ہیں۔ میں مہاراج کنس کے لیے چندن لے کر جا رہی ہوں۔"

شری کرشن نے کہا "لاؤ یہ چندن ہمیں ہی لگا دو۔"

کبجا بڑی ہنس مکھ تھی۔ اس نے سوچا کہ چلو اچھی ہنسی دل لگی رہے گی اور اس نے سارا چندن کرشن کے جسم پر لگا دیا۔ چاروں طرف خوشبو پھیل گئی۔ شری کرشن نے کبجا کو انعام دینا چاہا۔ انھوں نے اپنے پاؤں سے اس کے پیروں کی نسوں کو ایک جھٹکا دیا۔ جھٹکا کھاتے ہی کبجا کا ٹیڑھا میڑھا جسم سیدھا ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے بدصورت، بدقطع کبجا ایک دلکش حسینہ میں تبدیل ہو گئی۔ یہ خبر چند لمحوں میں ہی سارے متھرا میں پھیل گئی کہ شری کرشن نے کبجا کو نیا روپ دے دیا ہے۔ لوگ سن کر حیرت زدہ رہ گئے۔

کبجا کو حیرت زدہ چھوڑ کر کرشن اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس جگہ پہنچے جہاں تیر اندازی کا مقابلہ ہو رہا تھا۔ وہاں پہریداروں اور سپاہیوں نے انھیں روکنے کی کوشش کی مگر دیکھتے ہی دیکھتے

کرشن نے کمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور وہاں موجود جابروں کو بھی مار ڈالا۔

کنس کو اب تک کی ساری خبریں مل چکی تھیں وہ دل ہی دل میں بڑا خوفزدہ تھا لیکن اب بھی اُسے اپنے پہلوانوں پر اعتماد تھا۔ اُسے بھروسہ تھا کہ ہاتھیوں جیسے اس کے پہلوانوں کے آگے کرشن اور بلرام نہیں ٹک پائیں گے۔ اس طرح اپنے دل کو سمجھاتا ہوا وہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اُسے رات بھر نیند نہیں آئی۔ جب ذرا آنکھ لگی تو خواب میں اس نے دیکھا کہ وہ گدھے پر سوار ہے، اس کا منھ کالا ہے

وجہ سے کھیتوں میں اناج پیدا ہوتا ہے۔ اسی لیے ہم ہر سال یہ تیوہار مناتے ہیں اور اندر کو بھینٹ چڑھاتے ہیں۔"

کرشن جی کو یہ بات جچی نہیں۔ انھوں نے کہا "بابا، بادلوں کا تو کام ہی پانی برسانا ہے۔ اس سے اندر کا کیا واسطہ؟ ہمیں تو اندر کی پوجا کی بجائے گووردھن پربت کی پوجا کرنی چاہیے۔ جب بادل پہاڑ سے ٹکراتے ہیں تب ہی تو پانی برستا ہے۔ اس سے اندر کا کیا تعلق؟"

یہ بات سب ہی کو صحیح معلوم ہوئی۔ ان سب نے طے کیا کہ انھیں گووردھن کی پوجا کرنی چاہیے۔ سارے گوالے، بچے، بوڑھے سب ہی اپنے اپنے چھکڑوں پر چڑھ کر گووردھن کی پوجا اور مدح کرنے لگے۔

اندر کو یہ ساری بات معلوم ہوئی تو اُسے بہت غصّہ آیا اور انھوں نے موسلا دھار بارش برسانی شروع کر دی۔ اتنا پانی برسا کہ تھوڑی ہی دیر میں سارا برج ڈوب گیا۔ ساری جنتا میں ہاہاکار مچ گیا۔ سب بھاگے بھاگے کرشن کے پاس پہنچے۔ لوگوں کے تعجب کی حد نہ رہی جب کرشن نے ہنستے ہنستے اپنی چھوٹی انگلی پر گووردھن پہاڑ اٹھا لیا اور سارا گاؤں اس کے نیچے جمع ہو گیا۔ اس طرح شری کرشن نے سیلاب سے ان سب لوگوں کو بچایا۔

شری کرشن نے سات دن تک مسلسل گووردھن پہاڑ کو اپنی انگلی پر اٹھائے رکھا۔ آخر کار اندر کو ہار ماننی پڑی۔ اس کا غرور چکنا چور ہو گیا۔ سارے برج باسی شری کرشن کے بھگت بن گئے اور انھیں گووردھن دھاری کہنے لگے۔

کنس اب بھی اپنی چالیں چل رہا تھا۔ وہ شری کرشن اور بلرام کو کسی بھی طرح مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اُس نے ارِشٹاسُر، کیشی اور ویوماسُر نامی جلادوں کو ان کے قتل کے لیے بھیجا، لیکن وہ تینوں ہی شری کرشن اور بلرام کے ہاتھوں مارے گئے۔

کنس نے دیکھا کہ برج میں تو شری کرشن اور بلرام کا مارنا مشکل ہے اس لیے اس نے ایک

نئی چال سوچی۔ اس نے متھرا میں ایک زبردست میلے کا اہتمام کیا اور اس میں شری کرشن اور بلرام کو شرکت کرنے کی دعوت دی۔

شری کرشن کو جب خبر ملی تو وہ فوراً ہی متھرا جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ بلرام بھی پیچھے نہ رہے۔ البتہ شری کرشن اور بلرام کے متھرا جانے کی خبر سن کر تمام برج باسیوں کو بڑا دکھ ہوا۔ لیکن شری کرشن کا اصل مقصد تو کنس کے مظالم کا خاتمہ کرنا تھا اور یہ مقصد

تڑپ رہا تھا۔ کالیا ناگ کی بیویوں سے اس کی یہ بُری حالت دیکھی نہ گئی۔ وہ ہاتھ جوڑ کر کرشن جی سے توبہ تلّا کرنے لگیں۔ کرشن کو ان پر رحم آگیا۔ انھوں نے مشروط طور پر کالیے کو چھوڑنے کا وعدہ کیا۔ انھوں نے کہا "اگر کالیا جمنا چھوڑ کر ابھی رمنک ٹاپو میں چلا جاتا ہے تو میں اسے چھوڑ دوں گا۔" کالیے نے کرشن کی بات مان لی اور اپنے کنبے کے ساتھ رمنک ٹاپو کو روانہ ہوگیا۔ اس واقعے کے بعد تو سب ہی کرشن کے بھگت بن گئے۔ ان کی بہادری کی یہ کہانی 'مقابلۂ کالیا' کے نام سے مشہور ہے۔

کرشن کا بچپن ایسے ان گنت واقعات سے بھرا ہے وہ بہت باہمت تھے اور خوف انھیں چھو کر بھی نہ گزرا تھا۔ ان کی مُرلی میں جادو تھا۔ جس کی دُھن سن کر گائیں گھاس چرنا چھوڑ دیتی تھیں۔ برج کی عورتیں اپنے کام کاج فراموش کر کے ان کے پاس آبیٹھتی تھیں۔ وہ کرشن سے بہت محبت کرتی تھیں اور ان سے چھیڑ چھاڑ بھی کیا کرتی تھیں۔ کبھی وہ ان کی بانسری چھپا دیتیں تو کبھی ان کے سر کے مور مکٹ کو ہی غایب کر دیتی تھیں۔ کرشن بھی ان کی شرارتوں کا جواب شرارتوں سے ہی دیا کرتے تھے۔ کبھی وہ ان کا مکھن چُرا کر کھا جاتے تو کبھی ان کی گگریاں پھوڑ دیا کرتے تھے۔ اس طرح برج باسیوں کی زندگی بڑے مزے سے گزر رہی تھی۔

ایک دن کی بات ہے کہ کرشن نے دیکھا کہ برج میں کسی تیوہار کی تیاریاں کی جارہی ہیں۔ انھوں نے بابا نند سے اس کے بارے میں پوچھا تو پتہ چلا کہ سارے برج میں اندر پوجا کی تیاریاں کی جارہی ہیں۔ نند نے کہا "بیٹا، اندر بادلوں کے دیوتا ہیں، وہ ہی بارش برساتے ہیں اور اسی پانی

جیسا ہی حال ہوا۔ اس کے بعد اس کے بھائی ادھاسُر کو بھیجا۔ لیکن اُسے بھی کرشن کے ہاتھوں اپنی جان گنوانا پڑی۔

کنس مسلسل کوشش کرتا رہا۔ وہ کرشن کی جان لینے کے لیے نئے سے نیا حربہ آزماتا لیکن ہر بار ناکامی ہی اس کے حصے میں آتی۔

دھیرے دھیرے کرشن کچھ بڑے ہوئے۔ وہ بانسری بجاتے، گوویں چراتے اور دوسرے گوالوں کے ساتھ طرح طرح کے کھیل کھیلتے۔

کالیا نامی ایک زہریلا ناگ جمنا میں اپنے کنبے کے ساتھ رہتا تھا۔ اس کی وجہ سے جمنا کا سارا پانی زہریلا ہو گیا تھا۔ کنارے پر لگے ہرے بھرے درخت اور پھولوں کی کیاریاں مرجھا کر سوکھ گئی تھیں۔ جب گوالوں، بچوں اور گایوں نے جمنا کا یہ زہریلا پانی پیا تو ان کی بھی بُری حالت ہو گئی۔ شری کرشن کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے اسی وقت اس زہریلے ناگ کو جمنا میں سے نکال پھینکنے کا عزم کر لیا۔

ایک دن شری کرشن گوالے لڑکوں کے ساتھ جمنا کے کنارے گیند کھیل رہے تھے۔ اچانک گیند پانی میں چلی گئی۔ شری کرشن اسے نکالنے کے لیے اسی وقت دریا میں کود پڑے۔ یہ دیکھ کر کنارے پر کھڑے لڑکے بالے چیخنے لگے۔ ان کے ماں باپ بھی وہاں آکر جمع ہو گئے۔ نند اور یشودھا کو خبر ملی تو وہ بھی دوڑے دوڑے آئے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ کرشن پانی کے اندر ہی رہ گئے ہیں تو ڈر کے مارے جان لبوں پر آ گئی۔ دوسری طرف جب کالیا ناگ نے کرشن کو جمنا کے اندر دیکھا تو غصّے سے پھنکارتا ہوا ان کی طرف بڑھا لیکن بہرحال کرشن بھی ہوشیار تھے۔ ناگ جیسے ہی قریب آیا، وہ چھلانگ مار کر اس کے پھن پر چڑھ گئے۔ کالیا ناگ کے ایک نہیں سیکڑوں پھن تھے۔ وہ انھیں پھیلا کر کرشن کو ڈسنے کی کوشش کرنے لگا۔ کرشن نے پھرتی کے

ساتھ اس کے ایک ایک پھن کو اپنے ننھے ننھے پیروں سے کچلنا شروع کر دیا۔ ناگ بلبلا اُٹھا اور گھبرا کر جمنا کے باہر نکل گیا۔

وہ منظر دیکھنے لائق تھا۔ سیکڑوں پھنوں والے کالیا ناگ کے سر پر ننھے کرشن ناچ رہے تھے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اپنی بانسری بھی بجا رہے تھے۔ ان کا یہ روپ دیکھ کر سارے برج باسی محوِ حیرت رہ گئے۔

کالیا ناگ کا بُرا حال تھا۔ اس کے پھنوں سے خون نکلنے لگا تھا اور تکلیف کے مارے

دیا اور ٹوکری میں پڑے لڑکے کرشن کو کھٹولے پر سلا دیا۔ وسودیو جیسے آئے تھے ویسے ہی خاموشی سے دبے پاؤں واپس لوٹ گئے۔ جمنا میں ابھی تک پانی چڑھا نہیں تھا، لگتا تھا جیسے ان کا انتظار کر رہا تھا۔ جوں ہی وسودیو نے دریا پار کیا اور متھرا کی سرزمین پر پیر رکھا، دریا میں زبردست سیلاب آگیا۔

اس حیرت انگیز واقعے پر دل ہی دل میں حیرت کرتے ہوئے قید خانے میں واپس پہنچ گئے۔ دروازہ اب بھی کھلا ہوا تھا اور پہریدار بھی اسی طرح نیند میں مدہوش پڑے تھے۔ جیسے ہی وہ قید خانے میں داخل ہوئے دروازہ اپنے آپ بند ہوگیا اور اس طرح ان کی کارروائی کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

دیوکی کی گود میں جاتے ہی لڑکی رونے لگی اور پہریدار ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے اور سارے قید خانے میں شور مچ گیا کہ دیوکی کی آٹھویں اولاد پیدا ہوگئی ہے۔

کئی سپاہی کنس کو خبر دینے کے لیے راج محل کی طرف دوڑے۔ کنس اس وقت اپنی خواب گاہ میں چہل قدمی کر رہا تھا اور بار بار دروازے پر نظر ڈال رہا تھا کہ کہیں کوئی اس کے قاتل کی پیدائش کی خبر لے کر تو نہیں آرہا ہے۔ آخر بدحواس سپاہیوں نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "ان داتا! دیوی دیوکی نے
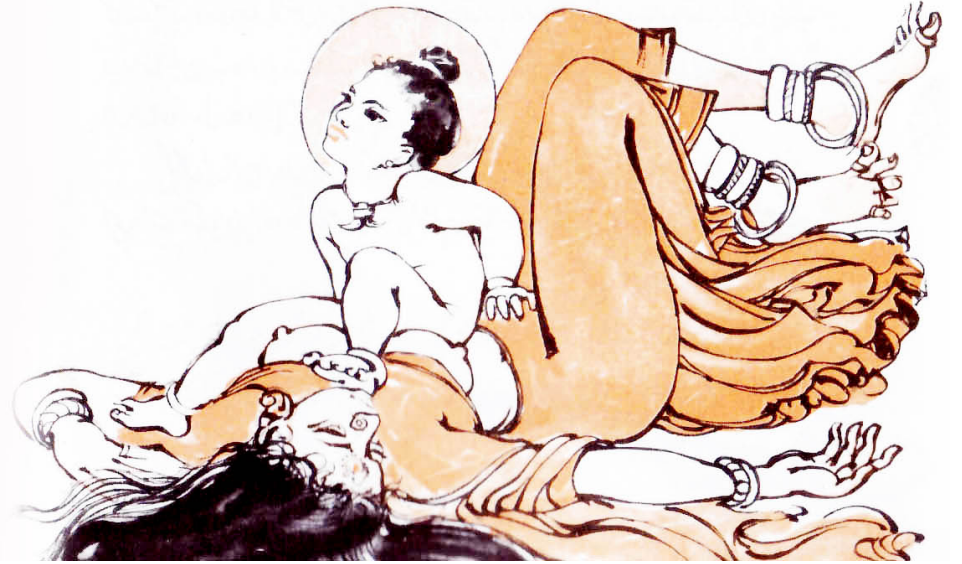
ایک لڑکی کو جنم دیا ہے۔!"

یہ سنتے ہی کنس تلوار کھینچ کر ننگے پیر قید خانے کی طرف دوڑا۔ قید خانے کے پہرے دار راجا کا یہ ظالمانہ روپ دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے، پھاٹک کھول دیا گیا۔ کنس نے لپک کر دیوکی کی گود سے بچی کو چھین لیا۔ وہ اسے زمین پر پٹکنے ہی والا تھا کہ بچی اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر پرندے کی طرح آسمان میں اُڑتے ہوئے بولی، "پاپی کنس! تجھے مارنے والا اس زمین پر ہی ہے۔"

یہ سنتے ہی کنس غصّے سے کانپ اٹھا۔ اس نے حکم دیا کہ اس کی حکومت میں اس رات جتنے بھی بچے پیدا ہوئے ہیں سب کو مار ڈالا جائے۔ اس کام کے لیے اس نے بہت سے لوگوں کو متعین کیا جس میں کچھ عورتیں بھی تھیں۔ ان میں سے ایک عورت کا نام پوتنا تھا۔

کنس کے مقرر کردہ قاتل جگہ جگہ گھوم پھر کر نوزائیدہ بچوں کا قتل کرنے لگے۔ چاروں طرف ہاہاکار مچ گئی۔

پوتنا طرح طرح کے بھیس بدل سکتی تھی۔ اس لیے وہ نئی نئی شکلیں بدل کر کے چھوٹے بچوں کا قتل کرنے لگی۔

بھیس بدل کر وہ نند کے گھر بھی پہنچی۔ اس وقت وہاں چھٹی منانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ پوتنا نے بچّے کو پیار کرنے کے بہانے گود میں اٹھا لیا۔ پھر وہ اسے دودھ پلانے لگی۔ پوتنا نے اپنی چھاتی پر تیز زہر لگا رکھا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ اس کا دودھ پیتے ہی بچہ مر جائے گا۔ لیکن ہوا اس کے بالکل برعکس۔ اس ننھے بچّے نے اس زور سے دودھ کھینچا کہ پوتنا چیخ مار کر گر پڑی اور تڑپ کر دم توڑ دیا۔ مرتے وقت اس کا بھیانک اصلی روپ بھی ظاہر ہوگیا۔

کنس کو جب پوتنا کی موت کی خبر ملی تو وہ بہت پریشان ہوگیا۔ اسے پوتنا پر بڑا اعتماد تھا۔ اس نے اب پوتنا کے بھائی بکاسُر کو شری کرشن کو مارنے کے لیے بھیجا۔ اس کا بھی پوتنا

ننھا کرشن

بھادوں کا مہینہ تھا اور آدھی رات کا وقت ۔ زبردست اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ آسمان میں کالے کالے بادل ہاتھیوں کے جھنڈ کی طرح جمع ہو گئے تھے ۔ بادلوں کی گڑگڑاہٹ کے ساتھ جب بجلی چمکتی تو ایسا معلوم ہوتا جیسے ساری دھرتی کانپ اٹھی ہے ۔

متھرا کے باسی اپنے اپنے گھروں میں سوئے ہوئے تھے۔ ایسے وقت میں بھلا گھر سے باہر کون نکلتا ؟ لیکن متھرا کے راجا کنس کی آنکھوں میں نیند نہیں تھی جس دن سے اس نے یہ پیشین گوئی سُنی تھی کہ اس کی بہن دیوکی کی اولاد اس کو قتل کرے گی ۔ اس روز سے اس کی بھوک پیاس اور نیند سب غائب ہو گئی تھی۔ اس نے دیوکی اور اس کے شوہر وسودیو کو قید میں ڈلوا دیا تھا۔ قید خانے میں ہی دیوکی نے سات بچوں کو جنم دیا اور کنس نے ہر ایک کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالا۔ وہ کسی طرح کا بھی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا — اب دیوکی آٹھویں اولاد کو جنم دینے والی تھی ۔

کنس ظالم راجا تھا۔ وہ اپنے باپ راجا اگرسین کو قیدی بنا کر خود راجا بن بیٹھا تھا۔ اس نے نہ جانے کتنوں کو مروا ڈالا تھا، کتنوں کو ستایا تھا۔ رعیت میں واویلا مچی ہوئی تھی ۔ اب یہ جان کر کہ اس کو مارنے والا اس کی بہن کے پیٹ سے ہی پیدا ہوگا اس کی فکر کی حد نہ رہی تھی ۔

رات کو ٹھیک بارہ بجے دیوکی نے اپنی آٹھویں اولاد کرشن کو جنم دیا۔ اس سانولے لڑکے کے پیدا ہوتے ہی اس تاریک قید خانے میں روشنی پھیل گئی ۔ دیوکی اور وسودیو دونوں نے سمجھ لیا کہ یہ لڑکا معمولی نہیں ہے اور کنس کی موت اس کے ہی ہاتھوں ہوگی ۔ انھوں نے پہلے ہی طے کر لیا تھا کہ وہ کسی بھی طرح اپنی آٹھویں اولاد کی حفاظت کریں گے اور اسے کنس سے بچائیں گے ۔ وسودیو نے بچے کو ایک ٹوکری میں لٹایا اور اسے دروازے کی طرف لے چلا۔ قید خانے کا دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ پہریدار گہری نیند میں مست پڑے تھے ۔ وسودیو دبے قدموں باہر نکل گئے اور کوئی انھیں نہیں دیکھ سکا۔

برسات کی اس اندھیری رات میں جب سارا متھرا شہر سُکھ کی نیند سو رہا تھا، وسودیو سر پر ٹوکری رکھے جمنا کے کنارے پہنچے ۔ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی ۔ اندھیرا اتنا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے رہا تھا۔ جمنا میں سیلاب آیا ہوا تھا لیکن جب وسودیو دریا کے کنارے پہنچے تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ دریا کا پانی خود بخود اترنے لگا اور اس طرح وہ آسانی سے دریا پار کر کے گوکل پہنچ گئے ۔

گوکل میں بھی چاروں طرف سناٹا تھا، کوئی جاگ نہیں رہا تھا۔ وسودیو اپنے دوست نند کے گھر پہنچے۔ اس وقت نند کی بیوی یشودھا نے بھی ایک بیٹی کو جنم دیا تھا۔ نند نے خاموشی سے لڑکی کو اٹھا کر ٹوکری میں رکھ
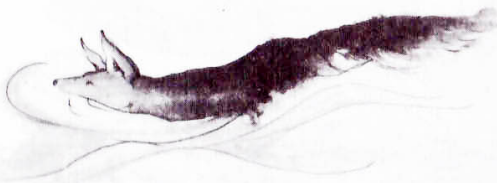
اک لو یہ ذرا بھی نہیں جھجکا اور اس
نے فوراً اپنا دایاں انگوٹھا کاٹ
ڈالا اور اسے اچاریہ درونا کی خدمت
میں پیش کر دیا۔ درونا اس کی عقیدت
پر عش عش کر اٹھے اور ان کی آنکھوں
میں آنسو بھر آئے۔ سانولے رنگ کے اس
بھیل لڑکے کا چہرہ فتحمندی کے جذبات
سے چمک رہا تھا۔ درونا نے کورو۔ پانڈو
راجکماروں کی طرف دیکھا۔ ان کی آنکھیں
حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ انھیں ایسا
معلوم ہو رہا تھا کہ بھیل راجکمار ان
سب سے، حتیٰ کہ گرو درونا چاریہ سے
بھی کہیں عظیم ہے۔!
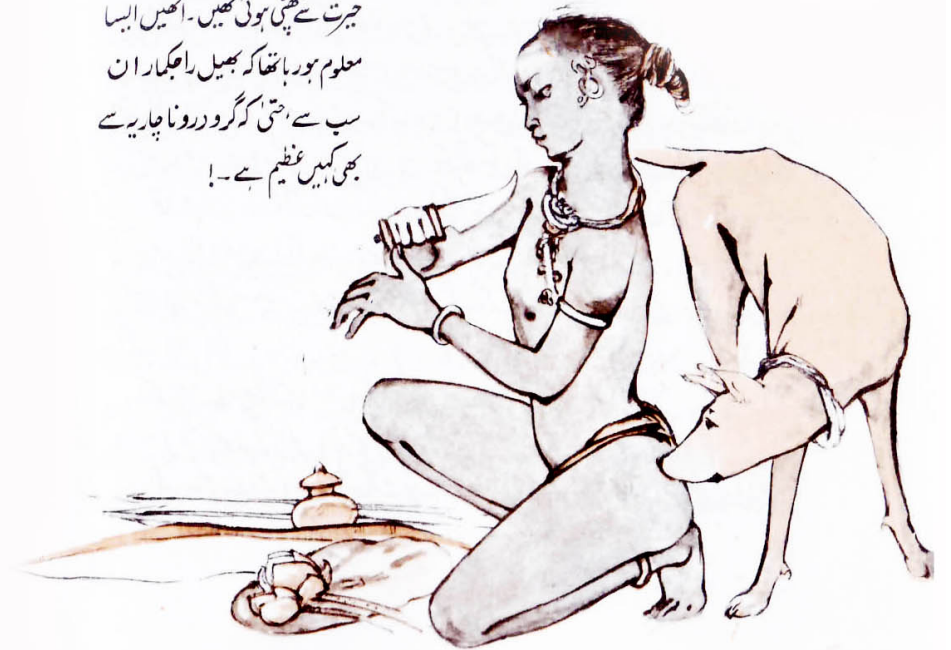
سکھاتا ہوں، جاؤ اپنے گھر لوٹ جاؤ۔"

اک لوّیہ جانتا تھا کہ اچاریہ درونا یہی جواب دیں گے لیکن اُسے یقین تھا کہ وہ انھیں راضی کر لے گا۔ اُس نے بہت ہی لجاجت بھرے لہجے میں کہا "میں عہد کر چکا ہوں کہ تیر اندازی کا فن سیکھوں گا تو آپ سے ہی۔ میرا عہد اگر پورا نہیں ہوا تو میں گھر واپس نہیں جاؤں گا۔ برائے مہربانی مجھے بھی اپنا شاگرد بنا لیں!" لیکن اچاریہ درونا بھی مجبور تھے۔ وہ اک لوّیہ کی گذارش کو قبول نہیں کر سکے۔

غم زدہ دل لیے اک لوّیہ کٹیا سے باہر نکل آیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ شکست قبول کرنے کو بھی تیار نہیں تھا۔ کشتری راجکماروں کا اُس کا اِس طرح مذاق اڑانا بہت برا لگا تھا۔ ان کی طنزیہ ہنسی اس کے دل میں چُبھ گئی تھی۔ اُسے کبھی اپنے باپ کا منع کرنا یاد آتا تو کبھی اپنا عہد اور کبھی اس کی نظروں میں طنزیہ ہنسی ہنستے ہوئے راجکماروں کے چہرے اُبھر آتے۔ اِس تصور سے ہی اک لوّیہ تڑپ اٹھا، اُس کی مٹھیاں بند ہو گئیں، اُس نے دل ہی دل میں کوئی فیصلہ کر لیا۔

کٹیا سے نکل کر اک لوّیہ گھر نہیں گیا بلکہ جنگل میں رہنے لگا۔ اس نے اچاریہ درونا کی ایک مورتی بنائی، مورتی کے پاس ہی اس نے اپنے رہنے کے لیے ایک کٹیا بنالی اور اس میں قیام رکھتے ہوئے وہ تنہا ہی تیر اندازی کی مشق کرنے لگا۔ وہ صبح پو پھٹنے کے وقت سے لے کر آدھی رات تک طرح طرح سے تیر چلانے کی مشق کیا کرتا تھا۔ سورج اور چاند یکے بعد دیگرے طلوع ہوتے اور غروب ہوتے رہے، موسم بدلتے رہے۔ اک لوّیہ نہ تو انتہائی سردی سے گھبرایا اور نہ ہی بے حد گرمی نے اُسے اپنے مقصد سے ہلایا۔ موسم بہار بھی اس کے استقلال کو ختم نہیں کر سکا۔ آخر زبردست مشقت اور مسلسل محنت کا پھل ملا اور اک لوّیہ ایک ماہر تیر انداز بن گیا۔!

ایک دن کی بات ہے کہ اک لوّیہ اپنے گرو کی مورتی کے سامنے کھڑا ہو کر نشانہ لگا رہا تھا۔ ایک ہاتھ میں کمان تھی اور دوسرے ہاتھ سے کان تک کمان کا چلّہ کھینچے ہوئے تھا۔ اچانک کہیں سے وہاں ایک کتّا آگیا اور اس کے قریب آکر بھوں بھوں کرنے لگا۔ کتّے کے بھونکنے سے اک لوّیہ کی یکسوئی ختم ہونے لگی۔ اک لوّیہ نے پہلے تو اسے بھگانے کی کوشش کی، لیکن کتّا نہیں بھاگا، تب اُس نے 'راز چھپاؤ'، تیر چلا کر کتّے کا منھ سی دیا۔ تیروں سے سیا ہوا کتّا تلملا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ کتا کورو۔ پانڈو راجکماروں کا تھا۔ وہ سب جنگل میں نشانہ بازی کے لیے آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے کتّے کی یہ حالت دیکھی تو چکرا گئے۔ پہلے تو انھیں اپنی آنکھوں

پر یقین ہی نہ آیا۔ ظاہر تھا کہ کسی بہت ہی ماہر تیر انداز نے کتّے کا منھ سیا تھا۔ وہ سب تو اب تک ارجن کو ہی ماہر ترین تیر انداز سمجھتے تھے لیکن یہاں تو کوئی اس سے آگے نکل چکا تھا۔ وہ کتّے کو لے کر درونا چاریہ کے پاس پہنچے۔

کتّے کی حالت دیکھ کر درونا چاریہ بھی حیرت زدہ رہ گئے۔ وہ دل ہی دل میں اس اجنبی تیر انداز کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکے جس نے کتنی صفائی سے کتّے کا منھ بند کر دیا تھا۔ انھوں نے راجکماروں سے کہا "آؤ، چل کر دیکھیں کہ وہ کون تیر انداز ہے جس نے یہ جادو دکھایا ہے۔" گرو درونا چاریہ کے ساتھ راجکمار چل پڑے۔ آخر انھوں نے اک لوّیہ کو تلاش کر لیا۔ اچاریہ درونا نے اُسے پہچان لیا۔ انھوں نے اس کے قریب جا کر بڑی محبّت سے کہا "بیٹے، تم تو بہت اچھے تیر انداز بن گئے ہو، تمھارا گرو کون ہے؟"

"اچاریہ درونا چاریہ میرے گرو ہیں۔" اک لوّیہ نے بڑے احترام سے جواب دیا۔

"اچاریہ درونا؟" تمام راجکمار اور خود اچاریہ درونا حیرت سے بول اٹھے۔

"ہاں، اچاریہ درونا۔" کہہ کر اک لوّیہ نے مورتی کی طرف اشارہ کر دیا۔ پھر اس نے درونا چاریہ کو سارا واقعہ کہہ سُنایا۔ اچاریہ درونا اس کی مستقل مزاجی اور لگن سے بہت خوش ہوئے۔ آج تک ایسا مستقل مزاج نوجوان انھوں نے نہیں دیکھا تھا۔ انھیں افسوس ہوا کہ ایسے ہونہار شاگرد کو انھوں نے لوٹا کیوں دیا تھا۔ لیکن اسی وقت انھیں ارجن سے کیا ہوا اپنا وعدہ یاد آیا۔ انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ دوسرا کوئی شخص ارجن سے بڑھ کر تیر انداز نہیں بن سکے گا۔ لیکن اک لوّیہ تو ارجن سے کئی گنا زیادہ ماہر تیر انداز تھا۔ اچاریہ درونا فکر مند ہو گئے۔ کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہوگا۔ اچانک ان کی سمجھ میں ایک ترکیب آ گئی۔ کچھ سوچ کر انھوں نے اک لوّیہ سے کہا "بیٹا، جب تم نے مجھے اپنا گرو مان ہی لیا ہے تو میں بھی تمھیں اپنا شاگرد تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن تمھیں گرو دکشنا (نذرِ گرو) دینی ہوگی — بولو دو گے۔؟"

اک لوّیہ نے سر جھکا کر کہا "ضرور گرو دیو، حکم دیجیے۔"

"تو تم مجھے اپنے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا دے دو۔" درونا نے اسی لمحے کہا۔

ایک لمحے کے لیے تو سب ہی ساکت رہ گئے۔ راجکماروں کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ لیکن

کیسے طے ہوگیا۔ راجدھانی پہنچ کر اچاریہ درونا کا پتہ پوچھتے پوچھتے وہ ان کے آشرم تک جا پہنچا۔
اس وقت درونا چاریہ اپنی کٹیا میں بیٹھے راجکماروں کو فنِ تیراندازی کے اصول سمجھا رہے تھے۔ سانولے رنگ کے اک لوّیہ کو وہ کٹیا کے دروازے پر دیکھ کر چونک اٹھے۔ کٹیا میں بیٹھے راجکمار بھی حیرت میں پڑ گئے۔ وہ سوچنے لگے کہ اس بھیل کو دروازے تک آنے سے کسی پہرے دار نے روکا کیوں نہیں؟ کچھ راجکماروں کو اک لوّیہ کی یہ جرأت بہت بُری لگی۔ اچاریہ درونا بھانپ گئے کہ راجکماروں کو اس بھیل لڑکے کا اچانک آجانا بہت بُرا لگا ہے۔ پھر بھی انھوں نے شیریں لہجے میں اک لوّیہ سے پوچھا "کون ہو تم؟ یہاں کیوں آئے ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

ایک ساتھ اتنے سارے سوال سن کر بھی اک لوّیہ گھبرایا نہیں۔ وہ بھروسے کے ساتھ قدم بڑھا کر اچاریہ کے پاس پہنچا اور ان کے قدموں میں سر جھکاتے ہوئے اس نے کہا "اچاریہ جی، میں بھیل راجا ہرنے دھنو

کا بیٹا ہوں، میرا نام اک لوّیہ ہے۔ میں آپ سے تیراندازی کا فن سیکھنے کے لیے یہاں آیا ہوں۔ برائے مہربانی مجھے بھی اپنا شاگرد بنا لیجیے۔"

اک لوّیہ کی بات پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ سارے راجکمار کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ اک لوّیہ سمجھ گیا کہ وہ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ اک لوّیہ کا چہرا غصّے سے تمتما گیا مگر اس نے کچھ کہا نہیں اور بڑی امید بھری نظروں سے درونا چاریہ کی طرف دیکھا۔ وہ بھی بڑی سنجیدگی سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا "بھیل راجکمار، میں تمھیں اپنا شاگرد نہیں بنا سکتا۔ میں صرف کشتری لڑکوں کو ہی تیراندازی

سمجھاتے ہوئے کہا "بیٹا! تم اپنے دل سے یہ خواہش نکال دو، اچاریہ درونا تمھیں کبھی بھی اپنا شاگرد نہیں بنائیں گے۔"

"کیوں نہیں بنائیں گے؟" اک لویہ نے حیرت سے پوچھا۔

"کیوں کہ بیٹا تم کشتری نہیں ہو اور اچاریہ صرف کشتری کماروں اور خاص طور سے راجکماروں کو ہی تیراندازی سکھاتے ہیں لیکن خیر اس سے کیا، میں تمھارے لیے یہیں تیراندازی سیکھنے کا انتظام کر دوں گا۔"

"نہیں پتا جی نہیں" اک لویّہ نے تیزی سے کہا "میں تیراندازی سیکھوں گا تو صرف درونا چاریہ سے ہی۔ بس اب آپ اجازت دے دیں۔"

ہرنے دھنو اپنے بیٹے کی مستقل مزاجی سے واقف تھے۔ انھیں معلوم تھا کہ اب وہ کسی کے روکے سے نہیں رُکے گا۔ اک لویّہ کی اس صفت سے وہ خوش بھی تھے۔ وہ جانتے تھے کہ کسی کام کو بھی مکمل کرنے کے لیے مستقل مزاجی کا ہونا ضروری ہے۔ انھوں نے اک لویّہ کو راجدھانی جانے کی اجازت دے دی۔

دوسرے ہی دن اک لویّہ راجدھانی کے لیے روانہ ہو گیا اس وقت اس کے دل میں بے پناہ جوش و خروش تھا اسی لیے اُسے یہ بھی پتہ نہ چلا کہ اتنا لمبا رستہ

ہوئے راجکماروں پر پڑگئی۔ وہ متوجہ ہو کر ان کے تیر چلانا دیکھنے لگا۔ اس نے سوچا اگر مجھے بھی اسی طرح تیر چلانا اور نشانہ لگانا آجائے تو کتنا اچھا ہو۔ پھر تو نشانہ بازی میں میری ہمسری کوئی بھی نہ کر سکے گا۔

اس نے اسی وقت ایک راجکمار کے پاس جا کر پوچھا "کمار، آپ نے تیر اندازی کس سے سیکھی ہے؟ آپ کا گرو کون ہے؟"

راج کمار کی یکسوئی میں فرق پڑا تو اس نے کسی قدر غصّے سے اک لوّیہ کی طرف دیکھا، پھر بڑی بے رُخی سے جواب دیا "گرو درونا چاریہ!" اور پھر شان سے اکڑتا ہوا دوسری طرف چلا گیا۔ اک لوّیہ کو اس کا یہ غرور پسند نہ آیا لیکن اس پر اس نے زیادہ توجہ نہیں دی۔ دراصل اس وقت اس کا خیال کسی اور طرف تھا۔ وہ سوچ رہا تھا اگر وہ بھی گرو درونا چاریہ سے تیر اندازی کی تعلیم حاصل کر لے تو اس راجکمار کی طرح ہی ایک ماہر تیر انداز بن جائے گا۔

گھر پہنچ کر اک لوّیہ نے گرو درونا چاریہ کے بارے میں پوچھا۔ ہرنے دھنو نے اک لوّیہ کو بتایا کہ وہ راجدھانی میں رہتے ہیں اور مہاراج دھرت راشٹر کے راجکماروں کو تیر اندازی سکھاتے ہیں۔ پھر ہرنے دھنو نے کہا "بیٹا اک لوّیہ، درونا چاریہ جیسا ماہر تیر انداز اس زمین پر دوسرا کوئی نہیں ہے۔"

باپ کی باتیں سُن کر اک لوّیہ کے دل میں جوش بھر گیا۔ وہ بولا "پتا جی میں درونا چاریہ سے تیر اندازی سیکھوں گا۔" ہرنے دھنو چونک اٹھا "یہ تو کبھی ممکن نہیں ہو سکتا" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ "درونا چاریہ ایک بھیل لڑکے کو کبھی بھی تیر اندازی نہیں سکھائیں گے۔" اس نے اک لوّیہ کو

دشرتھ بددعا سن کر کانپ اُٹھے۔

آہ وزاری کرتے کرتے بوڑھے بڑھیا کا دم وہیں نکل گیا۔

راجا دشرتھ نے اپنے ہاتھوں سے اُن کی آخری رسومات ادا کیں اور غم زدہ دل کے ساتھ اپنی راجدھانی واپس آئے۔ اب نہ ان کے دل کو قرار تھا، نہ آنکھوں میں نیند تھی۔

برسوں بعد جب ان کا بیٹا بن باس پر گیا تو انھیں رہ رہ کر شرون کے ماں باپ کی بددعا یاد آنے لگی "راجا تمھیں ہمارے غم کا احساس اس وقت ہوگا جب تم بھی ہماری طرح اپنے بیٹے کے ہجر میں تڑپو گے۔"

گرو دکشنا

کہانی بہت پُرانی ہے۔ ہرنے دھنو بھیلوں کا راجا تھا، بہت ہی بارعب اور سورما۔ بڑے بڑے کشتری راجا بھی اس کا لوہا مانتے تھے۔

ہرنے دھنو کا ایک بیٹا تھا۔ اک لویہ۔ وہ بھی اپنے باپ کی طرح باہمت اور دُھن کا پکّا تھا۔ جب وہ کسی کام میں لگ جاتا تھا تو اسے مکمل کر کے ہی دم لیتا تھا۔

ایک دن کی بات ہے اک لویہ جنگل میں تنہا گھوم رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر مشق کرتے

دے۔ وہ برتن اٹھا کر پانی کی تلاش میں چل پڑا۔

کچھ دور چلنے پر ہی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آنے لگے۔ شرون نے اندازہ لگایا کہ قریب ہی کوئی چشمہ یا ندی ضرور ہے۔

مزید کچھ چلنے پر ندی بہنے کی آواز سنائی دینے لگی۔ شرون تیزی سے اسی سمت دوڑ پڑا۔ ندی کے پاس جا کر وہ برتن میں پانی بھرنے لگا۔ خالی برتن میں پانی بھرنے سے گڑ گڑ کی آواز پیدا ہوئی۔ اتنے میں نہ جانے کہاں سے سنسناتا ہوا ایک تیر آیا اور شرون کے سینے میں ترازو ہو گیا۔ اس کی تیز چیخ سے سارا جنگل گونج اٹھا۔ درختوں پر سوئے ہوئے پرندے اپنے پر پھڑپھڑا کر اٹھ بیٹھے۔ اس چیخ کو راجہ دشرتھ نے بھی سنا جنھوں نے یہ تیر چلایا تھا اور جو اس وقت ایک درخت پر چڑھے بیٹھے تھے۔ وہ ہاتھیوں کا شکار کرنے آئے تھے۔ خالی برتن میں پانی بھرنے کی آواز سن کر انھوں نے سمجھا کہ کوئی ہاتھی ندی پر پانی پینے آیا ہے۔ انھوں نے بغیر کچھ سوچے سمجھے تیر چلا دیا۔ لیکن شرون کی چیخ کو سنتے ہی راجہ دشرتھ ساکت رہ گئے، کیوں کہ یہ تو کسی انسان کی چیخ تھی۔ راجہ درخت پر سے کود پڑے اور اس سمت بھاگے جدھر سے آواز آئی تھی۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے دیکھا کہ ایک نوجوان زمین پر پڑا تڑپ رہا ہے۔ تیر اس کے سینے میں پیوست تھا۔ راجہ دشرتھ نے جس کو ہاتھی سمجھا تھا وہ تو آدمی نکلا! اور وہ بھی ایک نوجوان!! راجہ کی پشیمانی کی حد نہ رہی۔ انھیں زمین گھومتی سی معلوم ہوئی۔

شرون اپنے ماں باپ کو آوازیں دے رہا تھا۔ دشرتھ، شرون کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور پھر بڑی چابکدستی سے اس کے سینے میں لگا تیر نکالا۔ تیر کے نکلتے ہی خون کا فوارہ ابل پڑا۔ دشرتھ نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔ "نوجوان! انجانے میں مجھ سے بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے، تم مجھے معاف کر دو۔ میں نے تو سمجھا تھا کہ کوئی ہاتھی ندی پر پانی پینے آیا ہے۔"

شرون نے بڑی تکلیف سے کہا۔ "آپ راجہ معلوم ہوتے ہیں۔ بس میرا ایک کام کر دیں۔ اسی جنگل میں میرے ماں باپ اُس طرف ہیں۔ میں ان کے واسطے پانی لینے آیا تھا۔ وہ پیاس سے بے قرار ہوں گے۔ آپ جا کر یہ پانی انھیں پلا دیں۔"

دھیرے دھیرے راجہ نے شرون سے اس کی ساری کہانی سُن لی۔

"ایسے نیک بخت اور والدین کے فرماں بردار نوجوان کی موت میرے ہی ہاتھوں ہونی تھی؟" یہ

سوچ کر راجہ دشرتھ رو پڑے اور پھر خود کو بُرا بھلا کہنے لگے۔

شرون نے کہا "اب آپ دیر نہ کیجیے مہاراج، پانی لے کر جلد جائیے۔۔" یہ کہتے کہتے شرون نے دم توڑ دیا۔

دشرتھ نے شرون کی لاش کندھے پر اٹھائی اور ایک ہاتھ میں پانی کا برتن لے کر شرون کے ماں باپ کو ڈھونڈھنے چل پڑے۔

دور سے انھوں نے دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے کوئی بیٹھا ہے۔ وہ اس سمت ہی قدم بڑھاتے گئے۔ ان کے قدموں کی آہٹ سنتے ہی شرون کے ماں باپ ایک ساتھ بول اٹھے "آ گئے بیٹا؟ بڑی دیر کر دی۔ ہم تو گھبرا رہے تھے کہ کہیں تمھیں کچھ ہو نہ گیا ہو۔ لاؤ جلدی سے پانی پلا دو بیٹا۔ اب تو پیاس برداشت نہیں ہو رہی ہے۔"

دشرتھ کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ ان کا سر شرم سے جُھک گیا تھا۔ کیسے بیٹے کی موت کی خبر اس کے ماں باپ کو سنائی جائے؟ کانپتے ہاتھوں سے انھوں نے پانی کا برتن شرون کے باپ کو پکڑا دیا۔ برتن ہاتھ میں پکڑتے ہوئے بوڑھے نے کہا۔ "بولتے کیوں نہیں بیٹا؟ تمھیں ہو کیا گیا ہے؟" پھر اچانک سخت لہجے میں اس نے پوچھا "تم شرون ہی ہو نا؟"

اب بوڑھی نے بھی کہا "ہاں بیٹا، بولتے کیوں نہیں؟ تم تو دور ہی سے ماں ماں پکارتے تھے۔ آج کیا ہو گیا ہے تمھیں؟ اگر تم جواب نہیں دو گے تو ہم پانی نہیں پئیں گے۔"

اب دشرتھ کیا کرتے۔ انھوں نے پشیمانی سے بھرے لہجے میں کہا "میں بھی تمھارا ہی بیٹا ہوں ماں، دشرتھ نام ہے میرا۔ تمھارا شرون ۔ ۔ ۔" کہتے کہتے راجہ کی آواز کانپ اٹھی۔

بوڑھی چیخ اُٹھی۔ "بولو، بولو! ہمارے شرون کو کیا ہوا؟"

راجہ نے ہمّت کی اور بڑی مشکل سے شرون کی موت کی خبر سنا دی۔

یہ خبر سنتے ہی بوڑھا بوڑھی بلبلا اُٹھے اور ان کی آہ و زاری سے سارا جنگل گونج اٹھا۔ اجودھیا کے باحشمت راجا ایک مجرم کی طرح سر جھکائے کھڑے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔ کس طرح شرون کے والدین کی ڈھارس بندھائیں۔ انھوں نے کانپتی آواز میں کہا۔ "ماں، تم دونوں میرے ساتھ چلو، میں تمھاری خدمت کروں گا۔ آج سے میں تمھارا شرون ہوں۔" لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ انھوں نے کہا "شرون کے بغیر ہماری زندگی بے کار ہے۔ راجا تمھیں ہمارے غم کا احساس اس وقت ہوگا جب تم بھی ہماری اپنے بیٹے کے ہجر میں تڑپو گے۔"

بہنگی تیار کر رکھی تھی۔ اسے دیتے ہوئے اس نے ایک بار پھر شرون کو سمجھایا لیکن شرون نہیں مانا۔ اس کے دل میں تو ایک لگن تھی کہ کسی بھی طرح وہ اپنے والدین کو تیرتھ یاترا کرا ڈالے اور اس طرح ان کی دلی خواہش کو پورا کرے۔ بڑھئی کو آداب کرکے اس نے بہنگی اٹھائی اور وہاں سے چل دیا۔

گھر آکر سب سے پہلے اس نے اپنی بیوی کو بتایا کہ وہ صبح سویرے ہی یاترا پر جانے والا ہے۔ پھر اس نے اپنے بوڑھے والدین کو یہ خوش خبری سنائی۔ انھوں نے بہت انکار کیا۔ بڑی اونچ نیچ سمجھائی لیکن جب شرون نہیں مانا تو انھوں نے جانے سے ہی منع کر دیا۔ بھلا انھیں کیسے برداشت ہو سکتا تھا کہ ان کا پیارا بیٹا ان کی وجہ سے تکلیفیں اٹھائے لیکن شرون نے انھیں کسی نہ کسی طرح راضی کر ہی لیا۔ اس کی ضد کے آگے ان کی ایک نہ چلی۔ شرون نے کہا۔ "آپ کو راستے میں کوئی تکلیف نہ ہوگی، میں نے سارا انتظام کر لیا ہے۔"

دوسرے دن صبح سویرے ہی وہ اٹھا۔ اپنے والدین کو تیار کیا، انھیں بہنگی میں بٹھایا اور پھر بہنگی کو کندھے پر اٹھا کر چل پڑا۔ سارا گاؤں اس عجیب و غریب منظر کو دیکھنے کے لیے امڈ آیا تھا۔ ان کے روئیں روئیں سے شرون کے لیے دعا نکل رہی تھی۔

آہستہ آہستہ دن چڑھ آیا۔ سڑکوں پر رتھ دوڑنے لگے۔ چاروں طرف چہل پہل ہو گئی۔ ان سب سے بے پروا شرون اپنی دھن میں آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ راہ میں جو بھی اسے دیکھتا بس دیکھتا رہ جاتا۔ ایک نو عمر لڑکا، کندھے پر بہنگی اور اس میں بیٹھے ہوئے اس کے ماں باپ۔ جو بھی یہ منظر دیکھتا اس کی آنکھیں بھر آتیں اور وہ بے ساختہ کہہ اٹھتا "مبارک ہیں وہ ماں باپ جس کی کوکھ سے ایسا سپوت جنم لے ــــ"

دن بیتے، ہفتے گزرے اور مہینے بیت گئے۔ شرون کمار رات میں تکان دور کرتا اور دن میں سفر

جاری رکھتا۔ چلتے چلتے وہ ایک گھنے جنگل میں پہنچ گیا۔ ایسے جنگل میں بھی وہ گھبرایا نہیں بلکہ اُسے تو وہاں بہت اچھا لگا۔ کبھی پرندوں کی چہکار سُنائی دیتی تو کبھی شیر کی گرج اور سامنے سے خوف زدہ ہرن چوکڑیاں بھرتے نکل جاتے۔ خرگوشوں کے جھنڈ ایک دوسرے کے پیچھے دوڑتے بھاگتے نظر آتے۔ شیر کیا دہاڑتا کہ سارے جنگل میں ایک زلزلہ سا آ جاتا۔ لیکن شیر کی گرج بھی اُسے اپنے راستے سے ڈگمگا نہیں سکی۔ وہ اسی طرح بہنگی اٹھائے چلتا رہا۔

رات ہو گئی تھی، جنگل میں سکون تھا۔ دن بھر کے تھکے ہارے چرند و پرند اپنے اپنے بسیروں میں آرام کر رہے تھے لیکن شرون کی آنکھوں میں نیند نہیں تھی۔ وہ سوچ میں ڈوبا ہوا پیڑ کے تنے کے سہارے لیٹا تھا۔ نزدیک ہی بہنگی رکھی تھی جس کے پاس ہی اس کے ماں باپ سو رہے تھے۔ اچانک اس کے باپ کی آنکھ کھُل گئی اور انھوں نے آواز دے کر شرون سے پانی مانگا۔

شرون نے فوراً اٹھ کر پانی کا برتن دیکھا۔ اس میں ایک بوند بھی پانی نہیں تھا۔ وہ بولا "پتا جی، اس میں تو پانی ہے نہیں لیکن میں ابھی لے کر آتا ہوں۔ آس پاس ضرور کوئی تلیا یا چشمہ ہوگا۔"
باپ نے لاکھ منع کیا کہ اندھیرے میں مت جاؤ لیکن بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ شرون اپنے باپ کو پیاسا رہنے

ماں باپ کو اپنا ارادہ بتائے گا، وہ کس قدر خوش ہوں گے۔ شاید جانے سے انکار بھی کر دیں کیوں کہ وہ یہ نہیں چاہیں گے کہ اُن کی وجہ سے شرون کو تکلیف ہو۔ لیکن وہ ان کو راضی کر ہی لے گا۔ شرون کی بھوک اور نیند غائب ہو گئی۔ ہر وقت وہ تیرتھ یاترا پر جانے کے پروگرام بنایا کرتا تھا۔ اس کو بس یہی فکر تھی کہ اس کے ماں باپ کو سفر میں کسی طرح کی بھی تکلیف نہ ہو۔ بہت غور و فکر کے بعد اس کی سمجھ میں ایک ترکیب آ گئی۔

دوسرے دن شرون اپنا روز مرّہ کا کام ختم کر کے بڑھئی کے پاس گیا جو قریب ہی رہتا تھا۔ شرون کو دیکھ کر بڑھئی بہت خوش ہوا۔ ماں باپ کے تئیں اتنی عقیدت، محبت اور خدمت کے سبب گاؤں کے سب لوگ شرون سے بہت پیار کرتے تھے۔

بڑھئی نے پوچھا "کہو بیٹا کیسے آئے؟"

شرون نے کہا "کاکا، میرے لیے ایک بہنگی بنا دیجیے۔"

"بہنگی؟" بڑھئی نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا کرو گے اس کا؟"

شرون نے کہا "میں اس میں اپنے ماں باپ کو بٹھا کر تیرتھ یاترا پر لے جاؤں گا۔ تیرتھ یاترا کرنے کی بہت خواہش ہے انھیں۔۔۔ لیکن بے چارے آنکھوں سے مجبور ہیں ۔۔۔ تو کب تک بنا دو گے کاکا ۔۔۔؟"

بڑھئی حیران سا شرون کو گھور رہا تھا۔ بولا، "میری بات سنو بیٹا، تم ابھی چھوٹے ہو۔ تیرتھ کے راستے

بڑے خطرناک ہیں آفتوں اور مصیبتوں سے بھرے ہیں۔ راہ میں پہاڑ ہیں، دریا ہیں، جنگل ہیں جن میں خوں آشام درندے ہیں، زہریلے سانپ ہیں۔ تم ان سب کا کیسے مقابلہ کر سکو گے؟"

لیکن شرون نے ایک نہ سنی۔ "آپ فکر نہ کریں کاکا۔ بس آپ کی دعائیں چاہئیں۔ اب تو میں نے عہد کر لیا ہے کہ ماں باپ کو تیرتھ کراؤں گا۔ میں نے کبھی کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تو بھلا کوئی مجھے تکلیف کیوں دے گا؟"

شرون کی ضد کے آگے بڑھئی کو جھکنا پڑا۔ اس نے کہا "اچھا تو تم شام کو آ جانا۔ میں ایک اچھی اور مضبوط بہنگی تیار کر رکھوں گا۔"

بڑھئی کے گھر سے نکل کر شرون تیرتھ یاترا کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔ دن بھر وہ کام میں لگا رہا۔ شام کو بڑھئی کے پاس پہنچا۔ بڑھئی نے

تیرتھ یاترا

رات کو شرون کمار نے اپنے اندھے ماں باپ کو پہلے کھانا کھلایا اور پھر ان کے بستر بچھائے جب دونوں لیٹ گئے تو شرون اپنے باپ کے پیر دبانے لگا۔ یہ اس کا روز کا معمول تھا۔ اس دوران بات کرتے ہوئے شرون نے کہا "پتا جی! جنوب کی طرف سے کچھ مسافر آج یہاں آئے تھے۔ وہ تمام تیرتھوں کی یاترا کرنے نکلے ہیں وہ آج ہمارے گاؤں سے گزر رہے تھے۔ کتنے پیارے کیرتن گا رہے تھے اور اتنے مگن تھے کہ جیسے انھیں اپنے تن بدن کی سُدھ ہی نہ رہی ہو۔ ان میں کچھ یاتری (مسافر) لولے لنگڑے بھی تھے۔"

بوڑھے نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ "بڑے قسمت والے ہیں بیٹا وہ لوگ۔ ہماری بڑی خواہش تھی تیرتھ کرنے کی لیکن خدا نے آنکھوں ہی سے محتاج کر دیا ہے!"

بوڑھی نے جھڑک کر کہا "ایسا کیوں کہتے ہو۔ ارے ہمارا بیٹا ہی ہماری آنکھیں ہے۔ خدا کو کیوں الزام دیتے ہو، اپنی قسمت پر فخر کرو کہ اس نے ایسے سپوت سے ہمیں نوازا ہے۔"

شرون اس وقت تو کچھ بولا نہیں مگر باپ کی بات اس کے دل سے لگ گئی۔ اس نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنے ماں باپ کو تیرتھ یاترا ضرور کرائے گا کیوں کہ یہ اس کا فرض ہے لیکن اس نے اپنے دل کی یہ بات اپنے دل میں ہی رکھی اور حد تو یہ ہے کہ اپنی بیوی سے بھی کچھ نہیں بتایا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اس کا یہ فیصلہ اسے بھی پسند نہیں آئے گا۔

جیسا کہ اس زمانے کا رواج تھا، شرون کی شادی بچپن میں ہی ہو گئی تھی۔ وہ اپنی بیوی سے کہا کرتا تھا کہ اگر تم چاہتی ہو کہ میں خوش رہوں تو تن من سے میرے باپ کی خدمت کرو۔ شرون کے سامنے تو اس کی بیوی ساس سسر کی خوب خدمت کرتی لیکن اس کے پیٹھ پیچھے خوب جلی کٹی سناتی تھی اور ٹھیک سے کھانا بھی نہ دیتی تھی لیکن بوڑھے بوڑھی نے اس بات کی شرون سے کبھی شکایت نہیں کی بلکہ شرون سے وہ اس کی تعریف ہی کیا کرتے تھے۔

شرون کے سر میں تیرتھ یاترا کی دُھن سما گئی تھی۔ وہ سوچتا کہ جس دن وہ تیرتھ یاترا کی تیاریاں کر کے

نہرو بال پستکالیہ

بہادروں کی کہانیاں

راجندر اوستھی

مصور: شردیندو سین رائے

مترجم: انور کمال حسینی

एकः सूते सकलम्
NBT, INDIA

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

ISBN 978-81-237-3101-8

پہلا اُردو ایڈیشن: 1972 (ساکا 1894)

دوسری طباعت: 2001 (ساکا 1922)

تیسری طباعت: 2012 (ساکا 1934)

Story of Valour (Urdu)

قیمت: 25.00

ناشر: ڈائریکٹر، نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا
5، نہرو بھون، انسٹی ٹیوشنل ایریا، II،
وسنت کنج، نئی دہلی۔110070